وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

الاربعین فی التوبة والاستغفار

توبہ واستغفار - چالیس احادیث

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

الاربعین
فی التوبة والاستغفار

اسلوبِ توبہ واستغفار
چالیس احادیث کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

خانقاہ وجامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

نام کتاب	الأربعين في التوبة والاستغفار اسلوبِ توبہ واستغفار-چالیس احادیث کی روشنی میں
ترتیب وتحریر	ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی
اہتمام	خانقاہ وجامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد
تعداد	1100
اشاعتِ اول	اکتوبر 2020 بمطابق صفر المظفر 1442ھ
اشاعتِ دوم	جنوری 2021 بمطابق جمادی الاول 1442ھ
اشاعت سوم	اپریل 2021 بمطابق رمضان المبارک 1442ھ
اشاعت چہارم	اپریل 2023 بمطابق رمضان المبارک 1444ھ

اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت وبساط کے مطابق کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح، طباعت اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں۔ ان شاءاللہ مستقبل میں مزید احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے ہماری سعی قبول فرمائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بلغ العُلیٰ بکمالِہ

کشفَ الدُجیٰ بِجمالِہ

حَسُنَتۡ جمیعُ خِصالِہ

صلُّوا علیہِ وآلِہ

بفیضانِ نظر

مجدد العصر، دلیل السبل، خزینۃ الاسرار، وارث النبی المختار وسیلۃ الطالبین، نقیب المحبوبین، محبوب السالکین، امام المتقین و صفوۃ العابدین، جلیس الرحمٰن، امام خراسان

حضرت اخوندزادہ **پیر سیف الرحمٰن** مبارک نور اللہ مرقدہ

بنظرِ کرم

غوث الزمان، محبوب امام خراسان، تاج الاولیاء، امام الاتقیاء زینۃ الاصفیاء طبیب ارواحنا و قلوبنا، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، وسیلتنا الی اللہ، شیخ المشائخ شیخ الطریقہ

حضرت **میاں محمد السیفی** الحنفی اطال اللہ حیاتہ

فہرست

تاثرات

استاذالکل رئیس المناطقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی

صدر مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفرازالعلوم، ترنول، اسلام آباد

بانی و مہتمم دارالعلوم انوارِ رضا، راولپنڈی

صدائے نکتہ داں برائے نکتہ خواہاں کہ

اس کتاب کو دیکھنے اور پڑھنے سے آدمی محسوس کرتا ہے کہ اس کتاب کا اسلوب بیان اسلاف مصنفین کا سا ہے، عمل اور اخلاص کا حصول و تحصیل اور اوامر ونواہی کے تقاضے پورے کرنے، دنیا و عقبیٰ (دارین کی افادیت) میں مفید ترین نتائج کی حامل اور اس پر عمل راہ ولایت پر چلنا ہے، اور اگر نگاہ شیخ کا تصور رکھ کر عمل کرے گا تو دارین کی کامیابیاں اسے میسر آئیں گی۔

زندگی کے امور لازم مبنی پر امرین۔(1) اوامر پر عمل، (2) نواہی سے اجتناب۔ یہ دو الفاظ دنیا و عقبیٰ میں عمل کے لیے کافی ہیں جبکہ آپ نے توبہ کی دو اشکال، ایک توبہ و استغفار، کہ جس کے بارے میں حدیث میں آیا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ (الحدیث) کہ: توبہ کرنے والے (شرائط مطلوبہ پر عمل پیرا ہونے والے کی توبہ) کا انجام کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ میں نے آپ (مصنف) مدظلہ العالی کی زندگی کا دور دیکھا، کہ آپ صحبت صالحہ کو کامیاب ترین توبہ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں، جس کے گواہ ہیں آپ کے شیخ کامل غوث زماں شیخ المشائخ حضرت میاں محمد سیفی، کہ آپ کے صاحبان نسبت اور تربیت یافتہ اس درجہ کو پہنچے کہ آج ان کی صحبت بھی اس میدان میں غیر مترقبہ نعمت شمار ہوتی ہے۔ ان حضرات میں سے جنہوں نے بانی سلسلۂ عالیہ سیفیہ مجدد عصر قیوم زماں حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کی زندگی کی

مختصر جھلک دیکھی، اپنے دور کے مناصب ولایت درجہ تک اڑان پائی۔ بحمدہ تعالیٰ اب تو اس سلسلہ کے حامل وعامل ممثل بہ قرار دیئے جاچکے ہیں۔ یہ توبہ کی قسم ثانی کی جولانیاں ہیں کہ اب ان میں سے اکثر افراد عامل بالسنن ہونے میں مثال دیئے جانے کے مستحق ہیں۔ اس مضمون کے عاملوں کے اس ایک ہی عنوان کا جواب نہیں چہ جائیکہ کتاب کے مجموعہ کا ارتقاء کہاں تک جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کے لیے اور قارئین کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام۔

یکے از طالبان طریقت

(مفتی) محمد سلمان رضوی غفرلہ

11 صفر المظفر 1442ھ بمطابق 28 ستمبر 2020ء

امام المدرسین شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی ابوالفضل محمد فضل سبحان القادری

بانی و مہتمم جامعہ قادریہ مردان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا[1]

اس کتاب کا ٹائٹل دیکھ کر انسان کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ زیر نظر کتاب میں صرف توبہ واستغفار کے متعلق چہل احادیث مبارکہ جمع کی گئی ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں کیونکہ جب کتاب کھول کر صرف فہرست عنوانات پر نظر ڈالی جائے تو انسانی زبان سے بے اختیار اس کتاب کے لئے تعریف و تحسین کے الفاظ نکلتے ہیں اور بات یہاں تک نہیں رکتی بلکہ جب کتاب کے اندر جاکر عنوانات کے ذیل میں جمع کی گئی فرمودات اور نایاب تحقیق پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو بے اختیار ماشاءاللہ اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہو جاتی ہیں۔

اس کتاب میں توبہ واستغفار کے متعلق اگر صرف چہل احادیث مبارکہ بھی جمع کی جاتی تو کافی ہوتا لیکن پھر اس کے علاوہ توبہ کے متعلق قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر، اقوال صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال مبارک بھی جمع کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ توبہ کی تعریف و بیان حقیقت توبہ اور توبہ کے شرائط ولوازمات کا بھرپور طریقے سے احاطہ کیا گیا ہے۔ سچی توبہ کے فوائد ثمرات واضح کئے گئے ہیں ساتھ ہی ان نقصانات اور وعیدات کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے گناہوں سے سچی توبہ نہیں کرتے کہ یا تو گناہ کو چھوڑتے نہیں ہیں اور اگر گناہوں کو چھوڑتے ہیں تو پچھلے گناہوں کی لذت دل میں رکھتے ہیں۔

میں اپنی بات اس تحریر پر ختم کرتا ہوں جو کہ زیر نظر کتاب میں صفحہ نمبر: 164 پر لکھی گئی ہے۔

---

[1] نوح71:10

"یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالی کے کامل اولیاء کرام کی صحبت ہی وہ حقیقی جگہیں ہیں کہ جہاں بیٹھ کر توبہ کی تمام جہات کو اختیار کرنے کی توفیق ملتی ہے ورنہ توبہ کا درس تو کتابوں میں بھرا پڑا ہے لیکن توبہ کی حقیقت پانے کے لئے کسی مرد قلندر کی نگاہ ضروری ہوتی ہے اللہ تعالی ان کامل ہستیوں کے صدقے سے ہمیں حقیقی توبہ اور حقیقی بندگی نصیب فرمائے"

پڑھنے والوں کیلئے امید ہے کہ یہ کتاب سامان رشد وہدایت ثابت ہو گی۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ کریم جناب ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب مدظلہ کے فیض کو عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الأمین ﷺ

خادم علوم الدین المنقول والمعقول فقیر
ابوالفضل محمد فضل سبحان القادری
جامعہ قادریہ مردان پاکستان
22 شعبان المعظم 1442ھ بمطابق 7 اپریل 2021

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری
شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور / رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انسان سے خطا کا سرزد ہونا ناممکن نہیں صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتے معصوم عن الخطا اور اہل بیت عظام محفوظ عن الخطا ہیں لیکن اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اس نے خطاکار انسان کو توبہ کا راستہ دکھایا توبہ کا معنی رجوع کرنا اور لوٹنا ہے کفر سے اسلام کی طرف گمراہی سے ہدایت کی طرف گناہ سے نیکی کی طرف اور شیطان سے رحمان کی طرف رجوع توبہ ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ ایک جامع دین لے کر تشریف لائے جس کی بنیاد وحی الہی ہے حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو پیش نظر رکھا (کہ جو شخص میری امت کے لئے امور دین سے متعلق چالیس احادیث یاد کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالی اسے عالم فقیہ کی حیثیت سے اٹھائے گا۔[1]) اور توبہ کے موضوع پر نہ صرف چالیس احادیث جمع کیں بلکہ توبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کے احکام کو تفصیل سے بیان فرما کر ملت اسلامیہ کو ایک علمی سوغات سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کی تصنیفی مساعی میں ان کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء

دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

25 شعبان المعظم 1442ھ بمطابق 09 اپریل 2021ء

---

[1] الدارقطنی فی العلل رقم الحدیث 959

میزانِ حروف: ملک محبوب الرسول قادری

مدیر اعلیٰ انوار رضا جوہر آباد، مدیر سوئے حجاز لاہور

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں خانقاہی نظام کی آبرو آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول سے حضرت پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے رجوع الی اللہ کی غرض سے چالیس احادیث مبارکہ مرتب کی ہیں اور ان کی تشریح و تصریح کے بعد اسے اسلوب توبہ واستغفار کے نام سے خوبصورت کتاب شائع کر رہے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت ہمارا پورا سماج غفلت و بے راہ روی کا شکار ہے اور شیطان کے جال مختلف حوالوں سے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو پھانس رہے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ امام نوویؒ کا قول ہے کہ اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر گناہ سے توبہ واجب ہے۔ حضور فیض عالم داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ توبہ کی تین اقسام ہیں ایک گناہ چھوڑ کر نیکی کی طرف رجوع کرنا، دوسرا نیکی سے بہتر نیکی کی طرف رجوع کرنا اور تیسرا اپنی ذات چھوڑ کر حق تعالیٰ شانہ سے واصل ہو جانا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جس انداز میں اپنے موضوع کو نبھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ احادیث مبارکہ کی برکات تو مسلمہ حقیقت ہیں اور ان سے انکار کی کسی میں مجال نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مفہوم و اسلوب توبہ کی تفہیم کے سلسلے میں فاضل مصنف کی محنت و خلوص کتاب کی سطر سطر سے مترشح ہوتا ہے۔

سبحان اللہ ! ارشاد مبارک ہے کہ گناہ سے توبہ یہ ہے کہ گناہ کی طرف کبھی بھی لوٹ کر نہ جاؤ۔ کتنی زندگیاں ایسی ہیں کہ حضرت فاضل مصنف نے جن پر روحانی توجہ فرمائی تو اسی مجلس میں ان خوش بختوں کو توفیق توبہ واستغفار نصیب ہو گئی۔ اور یہ مشاہدہ ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ توبہ، اس وقت گناہ پر نادم اور شرمندہ ہونا ہے جب تجھ سے گناہ سرزد ہو جائے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو اور اس کے بعد اس گناہ کی طرف کبھی بھی لوٹ کر نہ جاؤ۔

توبہ کرو کہ کامل ہو گئے سفید بال

جاگو! کہ شب گزر گئی وقتِ سحر ہوا

آپ نے اس سماج کو "اسلوب توبہ واستغفار" کا جو تحفہ عنایت فرمایا ہے اس میں دارین کی سعادتیں اور خوش نصیبیاں پنہاں ہیں۔ تعلیم وتربیت کیلئے قرآن وسنت کے حوالہ جات سے مزین نُور نُور تحریر ہر سطح اور ہر عمر کے قارئین کیلئے ایسی ارمغان ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ اگر ہمارے دیس کی تمام خانقاہیں اور ادارے اسی نہج پر کام شروع کر دیں تو معاشرتی اصلاح بہت آسان ہو جائے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی کتاب پر ملک بھر کے اہل علم و دانش نے اپنی آراء کی روشنی میں بھرپور تائیدی بیانات جاری کر کے ان کی ثقاہت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ فیض جاری رہے خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم (ترنول) اسلام آباد کی ہمہ جہت کوششیں ثمر بار ہوتی رہیں۔

غبار راہ حجاز

ملک محبوب الرسول قادری

مدیر اعلیٰ سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد

مدیر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

13 رمضان 1442ھ بمطابق 26 اپریل 2021ء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی
آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آلِ محمد پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح تو
نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی
تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آلِ محمد پر اسی طرح
برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پر
برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف اور بزرگی والا ہے۔

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ذِی الۡعِزَّةِ وَ الۡعُلٰی وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الۡمُصۡطَفٰی خَاتَمِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَالتَّابِعِيۡنَ لَهُمۡ بِالۡاِحۡسَانِ وَالۡهُدٰی

اللہ رب العزت کا کروڑہا شکر کہ مالکِ کل نے لاتعداد مخلوقات میں سے ہمیں سب سے اشرف مخلوق یعنی انسان بنایا۔ انسان کیلئے لاتعداد نعمتیں تخلیق کیں، اس قدر کہ اس کا شمار میں آنا ہی ممکن نہیں۔ کائناتِ عالم میں نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو ہر ہر ذرہ، چہار سو بکھری خوشنمایاں، سب اسی فرمان مبارک کی گواہی دیتی نظر آتی ہیں:

وَإِن تَعُدُّوا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ [1]

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں پورا شمار نہ کر سکو گے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لیکن یہ وسیع و عریض کائنات اور اس سجی دنیا و مافیہا کی تمام تر نعمتوں کی وقعت، الصمد ذات رحمٰن کے ہاں اس قدر قلیل ہے کہ اپنے کلام میں ان تمام نعمتوں کو کہیں بے حد قلیل اور کہیں فریبِ نظر قرار دیا:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيلٌ [2]

ترجمہ: آپ (انہیں) فرما دیجئے کہ دنیا کا مفاد بہت تھوڑا (یعنی معمولی شے) ہے۔

---

[1] النحل 16:18

[2] النساء 4:77

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ[1]

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مگر ایک نعمتِ کبریٰ جو وجہ تخلیق کائنات ہیں، وہ نعمت عظمیٰ جو اس عالم ہست و بود کی جڑ ہیں، وہ جوہر نعمت سے عظیم تر ہیں ان کا ذکرِ خیر فرمایا تو فضلاً کبیرا کا لفظ استعمال فرمایا:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيرًا[2]

ترجمہ: اور اہلِ ایمان کو اس بات کی بشارت دے دیں کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ اس خاتم الانبیاء کی نسبتِ غلامی میں ہیں)۔

مالک کل کا ایک طرف کل متاعِ دنیا کو قلیل فرمانا اور دوسری طرف اصلی نعمت کبریٰ، ذات مصطفیٰ ﷺ کو فضلِ کبیر فرمانا اس ذات کی وسعتوں اور رحمتوں کو واضح کر دیتا ہے۔

رحمت للعالمین ﷺ کی ذات مبارکہ سراپا رحمت ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے خود رحمت بنا کر بھیجا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ[3]

ترجمہ: اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

---

[1] آل عمران 3:185

[2] الاحزاب 33:47

[3] الانبیاء 21:107

دنیا ومافیہا کی ہر بھلائی آپ ﷺ ہی کے صدقے ہے۔ سارا کا سارا دین اسلام، جو ہے ہی بھلائی وسلامتی کا راستہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے ملا۔ تمام احکامات الٰہی ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارکہ سے ہی عطا ہوئے۔ جس جس کو ایمان کی نعمت میسر آئی، اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوئی، آپ ﷺ کے قلب مبارک کے نور ہی سے عطا ہوئی۔ یعنی کہ

جس کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا، سب ہیں تیرے گدا یا نبی مصطفیٰ ﷺ

آپ ﷺ کی ذات مبارکہ وہ مرکز و محور ہے کہ جس کے گرد دین قائم ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ حاجی کا مرکز و محور ہوتا ہے اسی طرح اسلام کا مرکز و محور آپ ﷺ کی ذاتِ ذی شان ہے۔

الشَّرِيعَةَ أَقْوَالِي، وَالطَّرِيقَةَ أَفْعَالِي، وَالْحَقِيقَةَ أَحْوَالِي[1]

ترجمہ: شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال کا، حقیقت میری باطنی کیفیت ہے۔

قرآن ملا تو بزبان رسولِ مکرم ﷺ،

تشریح قرآن عطا ہوئی اور حقیقتِ قرآن کا ادراک ملا تو شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے قول و فعل سے۔

نورِ قرآن نصیب ہوا تو قلب مبارک، سراجاً منیراً ﷺ کی روشنی کے صدقے۔

گویا ہر نعمت و رحمت کا خزانہ رحمت للعالمین ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور آپ ﷺ کا ہر ہر فرمان ہمارے لئے عافیت وسلامتی ہے۔

[1] مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، رقم:215 ، کشف الخفاء حرف الشین المعجمة،2: 4

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ[1]

ترجمہ: اور جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

خزینۂ رحمت سے یہ فضل، رحمت، شفاعت و نجات حاصل کرنے کیلئے فقیر نے مختلف موضوعات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین بصورتِ "الاربعین" جمع کرنے کا ارادہ کیا اور بحمدہ تعالیٰ مرشدِ کریم کی صحبت و سنگت اور نگاہِ لطف کی بدولت یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

میں اس کاوش کو مرشدین کرام، والدینِ کریمین، اساتذہ عظام، محبین، متوسلین، ادارہ ہذا کے اراکین و طلباء اور امتِ محمدیہ کے نام کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ہمیں اس دنیا میں اس سے استفادہ کرنے والا بنائے اور اسے ہمارے لئے توشہ آخرت بناتے ہوئے ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



الفقیر

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی عفی عنہ

[1] الحشر 59:7

الاحادیثِ نبویہ ﷺ

1. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى اللهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے اور پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تھا (کہ اس کی توبہ قبول ہو سکتی یا نہیں)۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا (اس گناہ سے) توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک اور شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ تم فلاں بستی (میں جہاں نیک لوگ رہتے ہیں) جاؤ (ان کے ساتھ مل کر توبہ کرو۔) وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا لیکن ابھی نصف راستے میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا کہ کون اس کی روح لے جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے کے لئے جا رہا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش کے قریب ہو جائے اور دوسری بستی کو (جہاں سے نکلا تھا) حکم دیا

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: 3470، والدمشقي في البداية والنهاية، كتاب أخبار الماضين من بني إسرائيل وغيرهم، 3: 58

کہ اس کی نعش سے دور ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اب دونوں کا فاصلہ دیکھو (جس طرف کا فاصلہ کم ہو اسے اس بستی کے رہنے والوں کے حساب میں ڈال دو) اور جب فاصلہ ناپا گیا تو اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا) ایک بالشت نعش سے زیادہ قریب پایا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔

2. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ بِفَرَحِ رَجُلٍ انْفَلَتَتْ مِنْهُ رَاحِلَتُهُ تَجُرُّ زِمَامَهَا بِأَرْضٍ قَفْرٍ لَيْسَ بِهَا طَعَامٌ وَلَا شَرَابٌ وَعَلَيْهَا لَهُ طَعَامٌ وَشَرَابٌ، فَطَلَبَهَا حَتَّى شَقَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ مَرَّتْ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ فَتَعَلَّقَ زِمَامُهَا فَوَجَدَهَا مُتَعَلِّقَةً بِهِ۔ قُلْنَا: شَدِيْدًا، يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا وَاللهِ، اللهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِهِ[1]

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی نکیل کی رسی کھینچتی ہوئی نکل جائے، جس سرزمین میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوں، وہ شخص اس اونٹنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جائے، پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گزرے اور اس کی نکیل اس تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ بہت خوش ہو گا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سنو!

---

[1] اخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: التوبة، باب: فی الحض علی التوبة والفرح بها، رقم: 2746

بخدا، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص کی سواری کے (ملنے کی) بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

3. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، تَابَ اللهُ عَلَيْهِ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے (یعنی آثار قیامت نمودار ہونے) سے پہلے پہلے توبہ کرلے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

4. عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَحَدُنَا يُذْنِبُ، قَالَ: يُكْتَبُ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ مِنْه و هُوَيَتُوبُ، قَالَ: يُغْفَرُ لَهُ وَيُتَابُ عَلَيْهِ وَلَا يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوا[2]

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کسی سے گناہ ہو جاتا ہے، فرمایا کہ لکھ لیا جاتا ہے پھر عرض کیا کہ پھر وہ معافی مانگ لیتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ پھر عرض کیا، کہ اس سے دوبارہ گناہ ہو جاتا ہے، فرمایا لکھ لیا جاتا ہے پھر عرض کیا کہ وہ پھر معافی مانگ لیتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے،

[1] اخرجه مسلم في الصحيح: 2703 السنن الكبرى النسائي: 11115

[2] اخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، 1: 98، المعجم الكبير للطبراني: 791

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتے ہیں اور اس کی توبہ قبول کرلیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے سے نہیں تھکتا تم ہی تھک جاؤ گے۔

5. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها، قَالَتْ: جَاءَ حَبِيبُ بْنُ الْحَارِثِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ مِقْرَافٌ لِلذُّنُوبِ قَالَ: «فَتُبْ إِلَى اللهِ يَا حَبِيبُ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَتُوبُ ثُمَّ أَعُودُ قَالَ: «فَكُلَّمَا أَذْنَبْتَ فَتُبْ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذًا تَكْثُرُ ذُنُوبِي فَقَالَ: «فَعَفْوُ اللهِ أَكْثَرُ مِنْ ذُنُوبِكَ يَا حَبِيبَ بْنَ الْحَارِثِ»[1]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت حبیب بن الحارث رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہوں، فرمایا، اللہ سے توبہ کرلو اے حبیب، عرض کیا یارسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں پھر گناہ ہو جاتا ہے، فرمایا جب بھی گناہ ہو تو توبہ کرلو، عرض کیا، یارسول اللہ! اس طرح میرے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں گے، فرمایا، اللہ کی معافی تیرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے اے حبیب بن حارث۔

6. حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ، إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: {وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ}[2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط ، باب العین، من اسمہ عبد الوارث: 4854، والدعاء للطبرانی: 1806

[2] اخرجہ ابی داؤد فی السنن ابواب فضائل القرآن، باب فی الاستغفار: 1521، شعب الایمان: 6676

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ان کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر اچھی طرح وضو کر کے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور پھر اللہ سے معافی چاہے اور اللہ اس کو بخش نہ دے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد قرآن کی یہ آیت پڑھی (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ)

7. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک روح اس کے حلق میں پہنچ کر غرغر نہیں کرتی (یعنی جب تک وہ حالتِ نزع میں مبتلا نہیں ہوتا)۔

8. عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ[2]

---

[1] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: الدعوات، باب: في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله لعباده: 3537، وأحمد بن حنبل في المسند: 6160

[2] أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر التوبة: 4250، والطبراني في المعجم الكبير: 10281

ترجمہ: حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گناہ سے (سچی) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

9. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص پابندی کے ساتھ استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم سے نجات اور ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کے وہم و خیال میں بھی نہ ہو۔

10. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهما قَالَ: إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ[2]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم گناہ کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک مجلس کے اندر سو مرتبہ کہا کرتے۔اے رب! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

[1] اخرجه ابو داؤد فی السنن، کتاب الصلاۃ، باب: فی الاستغفار: 1518، وابن ماجه فی السنن، کتاب: الأدب، باب الاستغفار: 3819، واحمد بن حنبل فی المسند: 2234، والطبرانی فی المعجم الکبیر: 10665

[2] اخرجه أبو داؤد فی السنن، کتاب: الصلاۃ، باب: فی الاستغفار: 1516

11. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الضُّحَى ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ حَتَّى قَالَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ[1]

ترجمہ: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز چاشت ادا فرمائی، پھر سو مرتبہ فرمایا: اے اللہ میری مغفرت فرما، میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

12. عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ: مَا أَصْبَحْتُ غَدَاةً قَطُّ إِلَّا اسْتَغْفَرْتُ اللهَ فِيْهَا مِائَةَ مَرَّةٍ[2]

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اکرم ﷺ تشریف لائے درآنحالیکہ ہم سبھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی صبح طلوع نہیں ہوتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

---

[1] اخرجه النسائی فی السنن الکبری، والبخاری فی الأدب المفرد، المستدرک لحاکم کتاب فضل الضحیٰ، وابن الجوزی فی الوفا بأحوال المصطفی ﷺ

[2] اخرجه ابن أبی شیبة فی المصنف: 35075، والنسائی فی السنن الکبری: 10202، وعبد بن حمید فی المسند: 558، والطبرانی فی الدعاء: 1809

13. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ۔ قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي، لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شیطان نے (بارگاہِ الٰہی میں) کہا: (اے اللہ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہیں گی، گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔

14. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَأً كَصَدَإِ الْحَدِيْدِ وَجِلَاؤُهَا الِاسْتِغْفَارُ[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوہے کی طرح دلوں کا بھی ایک زنگ ہے اور اس کا پالش استغفار ہے۔

15. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، سَبْعَةٌ مُغْلَقَةٌ وَبَابٌ مَفْتُوْحٌ لِلتَّوْبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ[3]

---

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند: 11237، وأبو يعلى في المسند: 1399

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الصغير: 509

[3] اخرجه أبو يعلى في المسند: 5012، والطبراني في المعجم الكبير: 10479، والحاكم في المستدرك: 7752

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ توبہ کے لئے اس وقت تک کھلا ہے جب تک سورج اس طرف سے (یعنی مغرب کی طرف سے) طلوع نہیں ہوتا۔

16. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَإِذَا أَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور خطا کر بیٹھیں تو استغفار کریں۔

17. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالے گا اور تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے بخشش ومغفرت چاہیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا۔

[1] اخرجه أحمد بن حنبل في المسند، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، رقم: 26020، والبيهقي في شُعَب الإيمان، باب السرور بالحسنة والاغتمام بالسيئة، رقم: 6989

[2] اخرجه المسلم في الصحيح، كتاب التوبه، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، رقم: 2749، ومسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، رقم: 8082

18. عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا[1]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔

19. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ[2]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ (اپنے گناہ کا ندامت و شرمندگی کے ساتھ) اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

20. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْه سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْه، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ عَبْدًا أَصَابَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ: رَبِّ أَذْنَبْتُ وَرُبَّمَا قَالَ: أَصَبْتُ - فَاغْفِرْ لِي، فَقَالَ رَبُّهُ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ، غَفَرْتُ لِعَبْدِي، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَصَابَ ذَنْبًا، أَوْ أَذْنَبَ ذَنْبًا،

---

[1] اخرجه المسلم الصحیح، کتاب لتوبه، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تکررت الذنوب والتوبة، رقم: 2759، ومسند احمد بن حنبل، مسند الكوفيين، حديث أبي موسى الأشعري، رقم: 19529

[2] اخرجه ابن خراط فی الاحکام الکبری، کتاب التوبة، باب قبول التوبة قبل طلوع الشمس من مغربها، 3: 249

فَقَالَ: رَبِّ أَذْنَبْتُ أَوْ أَصَبْتُ آخَرَ، فَاغْفِرْهُ فَقَالَ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا، وَرُبَّمَا قَالَ: أَصَابَ ذَنْبًا، قَالَ: قَالَ: رَبِّ أَصَبْتُ- أَوْ قَالَ أَذْنَبْتُ- آخَرَ، فَاغْفِرْهُ لِي، فَقَالَ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ، غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثَلَاثًا، فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اسی امت میں سے یا گزشتہ امتوں میں سے ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر کہنے لگا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کیا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ پر مواخذہ کرتا ہے تو جان لو میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ کرنے سے باز رہا، اس کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کیا یہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟ میں نے اس بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ سے باز رہا اور اس کے بعد پھر اس نے گناہ کیا اور اس کے بعد پھر اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اخرجه االبخاری فی الصحیح، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی: {یریدون أن یبدلوا کلام الله}، رقم: 7507، والمسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابة، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، رقم: 9256

فرشتوں سے فرمایا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟ میں نے اس بندہ کو بخش دیا پس جب تک وہ استغفار کرتا رہے جو چاہے کرے۔

21. وَعَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حَدَّثَ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنِّي لَا أَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ. أَوْ كَمَا قَالَ[1]

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا اور یہ جان لے کہ میں نے اس شخص کو بخش دیا اور تیرے عمل کو ضائع یعنی تیری قسم کو جھوٹا کیا۔

22. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ لَقِيتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً[2]

---

[1] اخرجه المسلم الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن تقنيط الإنسان من رحمة الله تعالى، رقم: 2621

[2] اخرجه السنن الترمذي، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ، في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده، رقم: 3540

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشوں گا تو نے جو برا کام بھی کیا ہو گا اور مجھ کو اس کی پروا نہیں ہو گی یعنی تو چاہے کتنا ہی بڑا گناہ گار ہو تجھے بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ اور مجھ کو اس کی پروا نہیں ہو گی، اے ابن آدم! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے ساتھ گناہوں سے بھری ہوئی زمین ہو تو میں تیرے پاس بخشش مغفرت سے بھری ہوئی زمین کو لے کر آؤں گا۔ بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔

23. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: مَنْ عَلِمَ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى مَغْفِرَةِ الذُّنُوبِ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي مَالَم تشرك بِي شَيْئًا[1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے یہ جانا کہ میں گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں تو اسے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہو گی بشرطیکہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

24. عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْلَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، سَمِعْتُ

[1] اخرجه التبریزی فی مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، رقم: 2338

رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: كَانَ الكِفْلُ مِنْ بنی إسرائيل لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَأَعْطَاهَا سِتِّينَ دِينَارًا عَلَى أَنْ يَطَأَهَا، فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنْ امْرَأَتِهِ أَرْعَدَتْ وَبَكَتْ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ أَأَكْرَهْتُكِ قَالَتْ: لَا وَلَكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا الحَاجَةُ، فَقَالَ: تَفْعَلِينَ أَنْتِ هَذَا وَمَا فَعَلْتِهِ اذْهَبِي فَهِيَ لَكِ، وَقَالَ: لَا وَاللهِ لَا أَعْصِي اللهَ بَعْدَهَا أَبَدًا، فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ مَكْتُوبًا عَلَى بَابِهِ، إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو سات سے بھی زیادہ مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کا کفل نامی ایک شخص کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تاکہ وہ اس سے جماع کر سکے۔ چنانچہ جب وہ شخص اس سے یہ فعل (یعنی جماع) کرنے لگا تو وہ رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا تم کیوں روتی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن ضرورت نے مجھے مجبور کیا۔ کفل نے کہا جو کام تم نے کبھی نہیں کیا آج کر رہی ہو۔ جاؤ وہ دینار تمہارے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو بخش دیا۔

[1] اخرجه الترمذی فی السنن، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، رقم: 2496 وشعب لایمان، باب معالجة كل ذنب بالتوبة، رقم: 7108

25. وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمْ السَّمَاءَ ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ عَلَيْكُمْ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے اس قدر اس کی رحمت وسیع ہے۔

26. وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسِيرَةُ سَبْعِينَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ مَا لم تطلع عَلَيْهِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِهِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قبل﴾[2]

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مغرب کی جانب ایک دروازہ بنایا ہے جو توبہ کے لیے ہے اور جس کا عرض ستر سال کی مسافت کے بقدر ہے اور یہ دروازہ اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک کہ آفتاب مغرب کی سمت سے نکلے یعنی مغرب کی سمت سے آفتاب کا نکلنا قبولیت توبہ کا مانع ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ اس دن آویں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی نہیں نفع دے گا کسی ایسی جان کو ایمان لانا جو پہلے سے ایمان نہیں لائی تھی کا یہی مطلب ہے۔

---

[1] اخرجه السيوطي في الجامع الكبير، حرف اللام،7: 62

[2] اخرجه التبريزي في مشكاة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثاني، رقم:2345

27. عَنْ مُعَاوِیَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ ﷺ یَقُولُ لَا تَنْقَطِعُ الْھِجْرَۃُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ التَّوْبَۃُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَۃُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہجرت (یعنی گناہوں سے توبہ کی طرف رجوع) موقوف نہیں ہو گی تاوقتیکہ توبہ موقوف نہ ہو اور توبہ اس وقت تک موقوف نہیں ہو گی جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے۔

28. عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ ﷺ یَقُولُ: کَانَ رَجُلَانِ فِی بَنِی إِسْرَائِیلَ مُتَوَاخِیَیْنِ، فَکَانَ أَحَدُھُمَا یُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَھِدٌ فِی الْعِبَادَۃِ، فَکَانَ لَا یَزَالُ الْمُجْتَھِدُ یَرَی الْآخَرَ عَلَی الذَّنْبِ فَیَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَہُ یَوْمًا عَلَی ذَنْبٍ فَقَالَ لَہُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِی وَرَبِّی أَبُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِیبًا فَقَالَ: وَاللہِ لَا یَغْفِرُ اللہُ لَکَ، أَوْ لَا یُدْخِلُکَ اللہُ الْجَنَّۃَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَھُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِینَ فَقَالَ لِھٰذَا الْمُجْتَھِدِ: أَکُنْتَ بِی عَالِمًا، أَوْ کُنْتَ عَلَی مَا فِی یَدِی قَادِرًا وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِی، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْھَبُوا بِہِ إِلَی النَّارِ قَالَ أَبُو ھُرَیْرَۃَ: وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَتَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ أَوْبَقَتْ دُنْیَاہُ وَآخِرَتَہُ[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی ایک دوسرے کے مساوی اور ہم

[1] أخرجہ سنن أبی داود، کتاب الجھاد، باب فی الھجرۃ ھل انقطعت؟ رقم: 2479

[2] أخرجہ سنن أبی داؤد أبواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب فی النھی عن البغی، رقم: 4901

پلہ (برابر) تھے۔ ان دونوں میں سے ایک توگناہ گار تھااور دوسرا عبادت میں کوشش کرنے والا تھا۔ عبادت کی جدوجہد میں لگے رہنے والا ہمیشہ دوسرے کوگناہ کرتا ہی دیکھتا تھااور اسے کہتا تھاکہ ان گناہوں سے رک جاایک روز اس نے اسے کوئی گناہ کرتے ہوئے پایاتواس سے کہاکہ اس گناہ سے رک جاتوگناہ گار نے کہاکہ مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑدے۔ کیاتو مجھ پر نگران بناکر بھیجاگیاہے؟اس نے کہاکہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کریں گے یاکہاکہ اللہ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا پھر ان دونوں کی روحیں قبض کرلی گئیں تو دونوں کی روحیں رب العالمین کے سامنے جمع ہوئیں تواللہ نے عابد سے فرمایاکہ کیاتواس چیز پر جو میرے قبضہ قدرت میں ہے قادر ہے؟ اور گناہ گار سے فرمایاکہ جا جنت میں داخل ہوجا میری رحمت کی بدولت اور دوسرے (عابد) کے لیے فرمایاکہ اسے جہنم کی طرف لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس عابد نے ایساکلمہ کہہ دیاجس نے اس کی دنیاوآخرت دونوں تباہ کردیں۔

29. عَنِ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍرضی اللہ عنہ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ مَثَلَ الَّذِي يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ، ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ، ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً، فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ، ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً أُخْرَى، فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ أُخْرَى، حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ[1]

[1] اخرجه مسند احمد بن حنبل ،حديث عقبة بن عامر الجهنى عن النبى ﷺ ، رقم: 17307

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جو برائیاں کرتا ہے پھر نیکیاں کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو ایک تنگ زرہ پہنادی گئی ہو اور اس سے اس کا دم گھٹا جا رہا ہو، سو جب بھی وہ ایک نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تنگ زرہ کا ایک حلقہ کھول دیتے ہیں، اسی طرح دوسرا اور پھر تیسرا یہاں تک کہ وہ زمین پر نکل آتا ہے''۔(وہ اس تنگ زرہ سے مکمل طور پر خلاصی حاصل کرلے اور تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے)

30. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رضی الله عنه قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا النَّجَاةُ قَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ[1]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مومن کی نجات کس طرح ہو گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھو اور اپنے گناہوں پر آہ و بکاء کرو۔

31. عَنْ بِلَالِ بن يَسَارِ بن زَيْدٍ رضی الله عنه مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ[2]

---

[1] أخرجه سنن الترمذي أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حفظ اللسان، رقم: 2406 ومسند احمد بن حنبل، تتمة مسند الأنصار، رقم: 22235

[2] أخرجه سنن أبي داود كتاب تفريع أبواب الوتر، باب في الاستغفار، رقم: 1517

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت بلال بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی جسے انہوں نے میرے دادا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ کہے دعا(استغفر اللہ الذی لا الہ الاھوالحی القیوم و اتوب الیہ) میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں وہ اللہ کہ نہیں کوئی معبود علاوہ اس کے جو زندہ ہے اور خبر گیری کرنے والا ہے تو اس کی بخشش کی جاتی ہے اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہوا ہو (جو ایک بہت بڑا گناہ ہے)۔

32. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: أَنَّى هَذَا فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل جنت میں اپنے نیک بخت و صالح کا درجہ بلند کرتا ہے تو وہ پوچھتا ہے میرے پروردگار مجھے یہ درجہ کیسے حاصل ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتا تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ سے۔

33. وَعَنْ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا[2]

[1] أخرجه سنن ابن ماجه كتاب الأدب، باب في بر الوالدين، رقم: 3660

[2] أخرجه سنن ابن ماجه كتاب الأدب، باب في الاستغفار، رقم: 3818 وشعب الايمان، باب محبة الله عزوجل، فصل في إدامة ذكر الله عزوجل، رقم: 638

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا خوش بختی ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے نامہ اعمال میں بہت استغفار کی یعنی مقبول استغفار پایا۔

34. عن ابی رافع رضی اللہ عنہ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ: كَمْ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ سِتْرٍ، قَالَ: هِيَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَى، وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا عَمِلَ خَطِيئَةً هَتَكَ مِنْهَا سِتْرًا، فَإِذَا تَابَ رَجَعَ إِلَيْهِ ذَلِكَ السِّتْرُ، وَتِسْعَةٌ مَعَهُ قَالَ: وَإِذَا لَمْ يَتُبْ هَتَكَ مِنْهَا سِتْرًا وَاحِدًا وَاحِدًا، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ اللهُ تَعَالَى لِمَنْ شَاءَ مِنْ مَلَائِكَتِهِ: إِنَّ بَنِي آدَمَ يُصِيرُونَ وَلَا يُصِرُّونَ، فَأَخْفُوهُ بِأَجْنِحَتِكُمْ، فَيَفْعَلُونَ بِهِ ذَلِكَ، فَإِنْ تَابَ رَجَعَتْ إِلَيْهِ الْأَسْتَارُ كُلُّهَا، وَإِذَا لَمْ يَتُبْ عَجِبَ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُمْ: أَسْلِمُوهُ، فَيُسْلِمُونَهُ، حَتَّى لَا يُسْتَرَ مِنْهُ عَوْرَةٌ[1]

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مومن کے کتنے پردے ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ گنتی اور شمار سے زیادہ لیکن جب مومن کوئی خطا کرتا ہے تو ان میں سے ایک پردہ پھٹ جاتا ہے، سو اگر وہ توبہ کرلے تو نہ صرف یہ کہ وہ پردہ ٹھیک ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ نو مزید پردوں کا اضافہ کردیا جاتا ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو ایک ہی پردہ پھٹتا ہے، یہاں تک کہ جب اس پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو اللہ تعالیٰ جن فرشتوں کو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں کہ اولاد آدم خطا کرلیتی ہے مگر اصرار نہیں کرتی اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لو، چنانچہ وہ ایسا ہی

[1] اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان،، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، فصل فی الطبع علی القلب أو الرین، رقم: 7217

کرتے ہیں پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے تمام پردے واپس آ جاتے ہیں اور اگر (پھر بھی) توبہ نہ کرے تو فرشتے اس کو دیکھ کر تعجب کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کو رکھو فرشتے اس کو بچائے رکھتے ہیں حتی کہ اس کی شرمگاہ ظاہر نہیں ہونے دیتے ہیں۔

35. عَنْ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا أَصَرَّ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ فَعَلَهُ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً[1]

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے گناہ پر استغفار کیا اس نے اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ وہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔

36. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنه، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللهِ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ تَعَالَى[2]

[1] أخرجه الترمذي في السنن، أبواب الدعوات، رقم: 3559

[2] أخرجه مسلم كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، رقم: 1696 وسنن الترمذي، أبواب الحدود، باب تربص الرجم بالحبلى حتى تضع، رقم: 1435

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جہنیہ قبیلہ کی اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس حال میں کہ وہ زنا سے حاملہ تھی اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں حد کے جرم کو پہنچی ہوں پس آپ ﷺ مجھ پر (حد) قائم کریں تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا کہ اسے اچھی طرح رکھنا۔ جب حمل وضع ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے عورت کے بارے میں حکم دیا تو اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گئے پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق! اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر مدینہ والوں میں ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے پیش کر دیا ہے۔

37. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زنا کرنے والا زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور کوئی شخص چوری نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور توبہ اس کے بعد کھلی ہوئی ہے۔

[1] اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الحدود، باب: إثم الزناة، رقم: 6810

38. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْكَذِبِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُحَدِّثُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْكِذْبَةِ فَمَا يَزَالُ فِي نَفْسِهِ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً[1]

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جھوٹ سے بڑھ کر کوئی اور عادت نفرت کے قابل ناپسندیدہ نہیں تھی، اور جب کوئی آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس جھوٹ بولتا تو وہ ہمیشہ آپ کی نظر میں قابل نفرت رہتا یہاں تک کہ آپ جان لیتے کہ اس نے جھوٹ سے توبہ کرلی ہے۔

39. عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرَاهُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ مَثَّلَ بِذِي الرُّوحِ ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مَثَّلَ اللهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ حُسَيْنٌ مَنْ مَثَّلَ بِذِي رُوحٍ[2]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ذی روح کا مثلہ کرے اور توبہ نہ کرے قیامت کا دن اللہ تعالیٰ اس کا بھی مثلہ کریں گے۔ حسین نے کہا جو شخص کسی ذی روح کا مثلہ کرے۔

[1] سنن الترمذی، أبواب البر والصلة عن رسول الله ﷺ باب ما جاء في الصدق والكذب، 1973 مسند احمد بن حنبل، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضی الله عنها، رقم: 25183

[2] مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما، رقم: 5956

40. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُ مِنْكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی نیکیوں میں اور اضافہ ہو جائے اور اگر وہ گناہ گار ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کر لے۔

41. عَنْ أُمِّ عِصْمَةَ الْعَوْصِيَّةِ رضی اللہ عنہا، وَكَانَتْ قَدْ أَدْرَكَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعْمَلُ ذَنْبًا إِلَّا وَقَفَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِإِحْصَاءِ ذُنُوبِهِ ثَلَاثَ سَاعَاتٍ فَإِنِ اسْتَغْفَرَ اللهَ مِنْ ذَنْبِهِ ذَلِكَ فِي شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ السَّاعَاتِ لَمْ يُوقِفْهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يُعَذَّبْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]

ترجمہ: حضرت ام عصمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو گناہ کا کام کرتا ہے مگر فرشتہ تین گھنٹے تک اس کا گناہ لکھنے سے رکا رہتا ہے لہٰذا اگر وہ اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو وہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور قیامت کے دن اس گناہ کا عذاب بھی نہ ہو گا۔

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز باب تمنی الموت، رقم: 1714

[2] اخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب التوبة والإنابة، رقم: 7675

توبہ واستغفار

توبہ کے لغوی معنی

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنا ہے۔

توبہ تاب۔یتوب سے مشتق ہیں اس کے لغوی معنی اعترافِ گناہ، ندامت، رجوع، لوٹ آنا، باز آجانا، گناہ سے روگردانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

توبہ کا مفہوم

توبہ کیا ہے؟ یہ دراصل اپنی خطاؤں پر ندامت کا اظہار ہے۔توبہ گناہوں سے طبعاً نفرت ہو جانے کا اظہار ہے۔توبہ بخششِ عام کا وہ دروازہ ہے جو عام کھلا رہتا ہے۔توبہ بندے کا رب العزت کے حضور اخلاص کے ساتھ رجوع کرتے ہوئے دست سوال دراز کرنے کا نام ہے۔جس کا منتظر خود رب ذوالجلال والاکرام ہے۔یہ بے نیاز مالک کے حضور گناہ گار بندے کا اپنی خطاؤں پر شرمسار ہو کر نیازمند ہو جانے کا نام ہے۔

توبہ عربی لغت کا ایسا بلیغ کلمہ ہے کہ جس کے دامن میں **"مخلوق کی فطرت"** اور **"خالق کی رحمت"** دونوں کا ایک ایک پہلو سایہ فگن ہے۔

فطرتِ انسانی

انسانی خمیر کمال وخطا کا ایک مرکب ہے۔اس فطرت کے پیش نظر اس سے خطاؤں کا سرزد ہونا محال نہیں لیکن انہی خطاؤں کو تسلیم کرتے ہوئے رجوع کرنا اسے اللہ رب العزت کا قرب عطا کرتا ہے۔

متعدد قرآنی آیات اس بات پر واضح دلیل ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا[1]

ترجمہ: اور انسان بڑا کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[2]

ترجمہ: بیشک انسان ظلم کرنے والا اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا[3]

ترجمہ: اور انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا[4]

ترجمہ: اور انسان بہت ہی تنگ دل ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا[5]

ترجمہ: اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا[6]

ترجمہ: یقیناً انسان پیدا کیا گیا ہے تھڑدلا۔

---

[1] النساء4: 28

[2] الاحزاب33: 72

[3] الاسراء17: 11

[4] الاسراء17: 100

[5] الکهف18: 54

[6] معارج70: 19

كَلَّآ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى [1]

ترجمہ: ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔

ہدایت ورجوع الی اللہ

عناصر اربعہ جو انسانی وجود کے اجزاء ہیں، ان کے چند خصائص جہاں خطاو شر کی صورت میں جھلکتے ہیں، وہیں خیر و کمال کے سرچشمے بھی اسی وجودِ خاکی میں پنہاں ہیں، اور بہ رحمت خداوندی اور بہ وسیلہ رحمت اللعالمین ﷺ فطرتاً کہیں زیادہ حاوی ہیں۔

اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا [2]

ترجمہ: پھر اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری (دونوں) کی اس کو سمجھ دی۔

ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيۡهِ وَهَدٰى [3]

ترجمہ: پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کرلی اور راہ ہدایت دکھادی۔

---

[1] العلق 96:6

[2] الشمس 91:8

[3] طٰہٰ 20:122

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین کا جانشین بنایا اور تمہیں ایک دوسرے پر درجات میں بلند کیا تاکہ ان چیزوں میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں دی ہیں۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بے حد بخشنے والا، مہربان ہے۔

ہر لمحہ نیکی پر کاربند رہنا اور احکام الٰہی کی بجاآوری اختیار کرنا ملائکہ کا طریقہ ہے کیونکہ ان کی تخلیق میں سرکشی کا عنصر ہی موجود نہیں۔

اور ہر وقت برائی کے درپے رہنا شیطان اور اس کی جماعت کی خصلت ہے اور دراصل اس سرکشی کی بنیاد تکبر اور اتباع نفس ہے جبکہ انسان کی بناوٹ میں دونوں پہلو موجود ہیں۔ نسیان اور خطا خمیر میں شامل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شر سے بچا کر بندگی میں ڈھالنے کا خاصہ انسان کو اشرف المخلوقات بناتا ہے۔

اسی حقیقت کو حدیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَهُ ذَنْبٌ يَعْتَادُهُ: الْفَيْنَةَ بَعْدَ الْفَيْنَةِ، أَوْ ذَنْبٌ هُوَ مُقِيمٌ عَلَيْهِ لَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُفَارِقَ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ خُلِقَ مُفْتَنًا تَوَّابًا نَسِيًّا إِذَا ذُكِّرَ ذَكَرَ[2]

---

[1] الانعام 6:165

[2] اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، باب العین، عکرمة عن ابن عباس، رقم: 11810 والهیثمی فی مجمع الزوائد، کتاب التوبة، باب فیمن یعمل الحسنات بعد السیئات، رقم: 17533

ترجمہ: کوئی مومن شخص ایسا نہیں جس کا کوئی گناہ نہ ہو جس کا وہ وقتاً فوقتاً ارتکاب نہ کرتا ہو یا جس کا کوئی گناہ نہ ہو جس پر وہ قائم ہو، اس کو اس وقت تک نہ چھوڑتا ہو جب تک وہ اسے نہ چھوڑ دے۔ بے شک مومن آزمائش میں مبتلا، توبہ کرنے والا اور بھول جانے والا پیدا کیا گیا ہے۔ اور جب اسے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں بیان ہوا:

خِیارُکُم کُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّابٌ[1]

ترجمہ: تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو گناہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں توبہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ بَنِی آدَمَ خَطَّاءٌ، وخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ[2]

ترجمہ: ہر انسان خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو (خطا کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

تو گویا انسان طبعاً، خطا سے کلی طور پر محفوظ اور پاک نہیں کہ بطریق ملائکہ ہمہ وقت حکم الٰہی کی بجا آوری میں کلی طور پر مشغول رہے۔ اس کے اپنے نفس کی خواہشات، بھول جانے کی عادت، دنیا کی طرف میلان، اور پھر شیطان، یہ سب عوامل ہر وقت اسے گمراہ کرنے کی گھات میں رہتے ہیں۔ ایسے میں رحمٰن ذاتِ پاک نے اس کے لئے ایسا وسیلہ عطا کیا جو اسے ہر طرح کی گمراہیوں

[1] اخرجه البزار فی المسند، مسند علی بن أبی طالب، رقم:700 والبیهقی فی شعب الایمان، معالجة كل ذنب بالتوبة، رقم:7117

[2] اخرجه ابن ماجه فی السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم:4251، والدارمی فی المسند، ومن كتاب الرقاق، باب: فی التوبة، رقم:2769

اور ظلمتوں کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کے نور میں لے جاتا ہے۔ "توبہ۔ رجوع" یہ یقیناً ایک بڑا ہتھیار اور انعام ہے جو اسے بُروں کی صف سے نکال کر اچھوں کی صف میں لا کھڑا کرنے والا ہے۔

اگر انسان خواہشِ نفس کے تابع کسی نافرمانی میں مبتلا ہو جائے تو ندامت اور رجوع وہ آلہ ہے جو اس کا رخ دوبارہ رحمت خداوندی کی طرف پھیرتا ہے اور اسے گناہ کی نجاست سے پاک کر ڈالتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَّحِيمًا[1]

ترجمہ: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ[2]

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں اور اس عطا میں سے جو ہم نے انہیں بخشی خرچ کرتے ہیں۔

---

[1] الفرقان 25:70

[2] القصص 28:54

حدیث مبارکہ میں بیان ہوتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَه[1]

ترجمہ: بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا۔

توبہ: باطنی طہارت

مندرجہ بالا آیات اور احادیث اس امر کی دلیل ہیں کہ توبہ بمثل طہارت ہے۔

جس طرح مقصودی عبادت کے لیے پہلا قدم طہارت ہے کہ بنا طہارت حاصل کئے عبادت میں داخلہ ممکن نہیں اسی طرح راہ حق کے مسافر کے لیے پہلا قدم توبہ ہے۔ گویا کہ جیسے صورت عبادت کے لیے ظاہری طہارت کا حصول لازم ہے ویسے ہی حقیقتِ بندگی حاصل کرنے کے لئے باطنی طہارت (توبہ۔ رجوع الی اللہ) لازمی ہے۔

توبہ اللہ رب العزت کے پسندیدہ ترین اعمال سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

[1] اخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم: 4250

[2] البقرة 2: 222

نافرمانی سرزد کر دینے کے بعد رجوع کر لینے والے کے لئے رحمت خداوندی عود کر آتی ہے۔ یہاں تک کہ شرک کرنے والوں کے لئے بھی سچی توبہ رحمت خداوندی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]

ترجمہ: بیشک ایسے لوگ (بھی) کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالانکہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[2]

ترجمہ: مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں اور (حق کو) ظاہر کر دیں تو میں (بھی) انہیں معاف فرما دوں گا، اور میں بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[3]

---

[1] المائدۃ5: 73، 74

[2] البقرۃ2: 160

[3] التوبۃ9: 104

ترجمہ: کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا[1]

ترجمہ: تمہارا رب ان (باتوں) سے خوب آگاہ ہے جو تمہارے دلوں میں ہیں، اگر تم نیک سیرت ہو جاؤ تو بیشک وہ (اللہ اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناپر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

النساء، 4:64

[1] الاسراء 17:25

شرائطِ توبہ

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جب کسی بھی منزل کا حصول مقصود ہو یا کسی مقام و منزل تک پہنچنا مطلوب ہو تو اس سلسلے میں مسافر کو کچھ بنیادی شرائط پورا کرنا ہوتی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہوئے بغیر کسی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس قدر کوئی کام اہم ہو گا اسی قدر اس کی شرائط بھی اہمیت کی حامل ہو گی۔ توبہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں ایک عظیم الشان مبارک فعل ہے کہ بندہ اپنے جملہ گناہوں، برائیوں اور نافرمانیوں سے شرمندہ اور تائب ہو کر اس کی بندگی اختیار کرنا چاہتا ہے ۔ چنانچہ عرفاء نے اپنے اپنے طریق پر مختلف شرائط بیان کی ہیں۔ یہ شرائط ایسی ہیں کہ جن پر پورا اترنے کے بعد توبہ انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں سود مند ہو سکتی ہے۔ حقیقت میں توبہ وہی ہے جو زبان سے ادا ہو تو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جائے اور بندے کے باقی ماندہ زندگی کے ماہ و سال کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ جھوٹے لوگوں کی توبہ ان کے نوکِ زباں ہوتی ہے۔ وہ محض استغفر اللہ کہنے کو توبہ سمجھتے ہیں۔ یعنی زبان سے توبہ کا لفظ ادا کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے دل پر ان الفاظ کی ادائیگی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ حقیقی توبہ کے باعث اس تائب کی تمام لغزشیں و کوتاہیاں اور تمام گناہوں کا اثر صغیرہ ہو یا کبیرہ یوں مٹ جاتے ہیں جیسے وہ ابھی ماں کے بطن سے نومولود بچے کی طرح معصوم پیدا ہوا ہو۔ توبہ سے قبل وہ گناہوں کے باعث جہنم کا مستحق تھا لیکن توبہ کے باعث اس کے وہی گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو کر اس کے لئے جزاء کا باعث بن گئے اور توبہ نے بندے کو فرش سے اٹھا کر عرش نشین کر دیا۔ بلا شبہ توبہ سب سے بڑی نعمت ہے، اس سے محرومی بخشش و مغفرت کی محرومی سے کہیں بڑھ کر خطرناک ہے کیونکہ بخشش و مغفرت تو توبہ کے لوازمات اور اس کے پیچھے آنے والی ہے جب کہ توبہ سے محرومی ایمان کے برباد ہو جانے کے مترادف ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ

أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ[1]

ترجمہ: تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔

شرائطِ توبہ کے جمع ہونے پر توبہ کی قبولیت بفضل تعالیٰ یقینی ہو جاتی ہے۔ عمومی طور پر توبہ کی شرائط درج ذیل ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان سچی توبہ کی برکات سے دائمی طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔

توبہ کے کامل ہونے کے لیے چند بنیادی شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے کہ جن پر توبہ کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جائے تو اگلی منزل کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اِن شرائط توبہ کا مختصر اً تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

- اعترافِ خطا
- ندامت وشرمندگی
- ترکِ معصیت/اصلاحِ احوال
- عزم واستقامت

توبہ پر عزم واستقامت ہی دراصل مطلوب ہے کہ انسان جب ایک مرتبہ صدقِ دل سے تائب ہو جائے تو پھر گناہ کی جانب دوبارہ مائل نہ ہو۔ یہ استقامت بھی مزید کچھ عناصر پر منحصر ہے۔ جن کی تفصیلاً اس باب میں ذکر ہے۔

---

[1] الحجرات۔2

ا۔ توبہ میں تاخیر کا مرتکب نہ ہونا/توبہ میں جلدی کرنا

۲۔ گناہ کو معمولی نہ سمجھنا۔

۳۔ ماہیت گناہ کا واضح ہو جانا۔

۴۔ گناہ پر شرمندہ رہنا۔

۵۔ بری صحبت سے پرہیز۔

اعتراف خطا

یہ توبہ کی پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ کیونکہ غلطی تسلیم کیے بغیر اصلاح کا امکان ہی نہیں ہوتا۔

خطا کا انسان سے سرزد ہو جانا بعید از طبع امر نہیں کہ اس کی تاریخ پیدائش حضرت آدم علیہ السلا مجتنی قدیم ہے۔ خطا کا سرزد ہو جانا باعث بربادی نہیں، بلکہ خطا پر دوام اختیار کر لینا، اس کو غلطی یا اپنی کمزوری نہ ماننا، بلکہ الٹا اس پر دلیل دینا، اس کی علت بیان کرتے ہوئے بہانے گھڑنا، یہ اصل اور دائمی تباہی ہے۔ ان دونوں طرز عمل کی مثال تاریخ میں بہت واضح اور حق و باطل کا فرق کر دینے کے انداز میں موجود ہیں۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم الٰہی کو پس پشت ڈالا۔ تکبر اور حسد میں مبتلا ہو کر سجدہ سے انکار کیا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ[1]

[1] البقرۃ2: 34

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار اور تکبر کیا اور (نتیجتاً) کافروں میں سے ہو گیا۔

فقط انکار گمراہی کا سبب نہ تھا بلکہ جب خالق کائنات نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے حکم کی بجاآوری سے روکا تو ابلیس عذر پیش کرنے لگا۔

شیطان کا یہ عذر "**عذرِ گناہ بدتر از گناہ**" کا آئینہ دار ہے۔ اس نے حکم الٰہی پر عمل کی بجائے نص کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔ اور وہ قیاس بھی فاسد تھا۔ فرمان الٰہی ہے۔

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ[1]

ترجمہ: بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

حکم سے انکار کے بعد دلیل دی کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے اور فاسد قیاس کیا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے حالانکہ آگ میں سوائے، تیزی، بھڑکنے اور جلانے کے ہے ہی کیا؟ جب کہ مٹی میں سکون اور ثبات ہے۔ اس میں نبات و نمو اور بڑھنے کی صلاحیت ہے۔ اصلاح کی استعداد ہے۔ شیطان پر پڑی تکبر کی چادر نے اسے اعتراف خطا سے محروم رکھا۔ ورنہ وہ افضل و مفضول کی بحث میں پڑ کر، حکم کو اپنی عقل و قیاس سے جانچتے ہوئے سرتابی کرنے کی بجائے بجاآوری اختیار کرتا۔

[1] الاعراف 7:12

پھر شیطان کے عذر پیش کرنے نے، حکم دینے والے کی عظمت و بزرگی کی پہچان اس سے دور کر دی۔ وہ یہ بھول ہی گیا کہ حکم دینے والی ذات کون ہے۔ یوں حق اس سے مزید اوجھل ہو گیا۔ گمراہی اور مردود ہونا اس کا مقدر ٹھہرا۔

یہ گناہ جو انکار سے شروع ہوا تھا یہاں تک محدود نہ رہا بلکہ لعین نے اس سرکشی کا ذمہ دار بھی خالق کو گردانا۔ اعتراف گناہ تو ایک طرف، یوں اس نے غلطی کا الزام بھی سبحان ذات کی طرف موڑنے کا گناہِ عظیم سرزد کیا۔ اور انتہائی بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ فرمان الٰہی ہے

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ [1]

ترجمہ: اس (ابلیس) نے کہا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (مجھے قسم ہے کہ) میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لئے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تاآنکہ انہیں راہِ حق سے ہٹادوں)۔

اور یہی ابلیس کے پیروکاروں کا طریق بھی ہے۔ فرمان الٰہی ہے

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ [2]

ترجمہ: جلد ہی مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ (ہی) ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ کسی چیز کو (بلاسند) حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے

---

[1] الاعراف 7:16

[2] الانعام 6:148

بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ فرما دیجئے: کیا تمہارے پاس کوئی (قابلِ حجت) علم ہے کہ تم اسے ہمارے لئے نکال لاؤ (تو اسے پیش کرو)، تم (علمِ یقینی کو چھوڑ کر) صرف گمان ہی کی پیروی کرتے ہو اور تم محض (تخمینہ کی بنیاد پر) دروغ گوئی کرتے ہو۔

توبہ کی پہلی شرط یعنی اعتراف گناہ سے محرومی نے شیطان کو رجوع سے محروم رکھا اور یوں ابلیس راندۂ درگاہ قرار پایا اور اس کے راستے پر چلنے والے، اس کے پیروکاروں کو بھی یہ رجوع نصیب نہیں ہوتا اور وہ سرکشی کرنے کے باوجود اپنے آپ کو اس سے بری سمجھتے ہوئے حالات کا بہانہ گھڑتے ہیں یہاں تک کہ خالق کو اس کا ذمہ دار سمجھنے لگتے ہیں۔

جبکہ اسلوب قرآن مجید یوں ہے کہ اللہ عزوجل کا فرمان:

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللهِ شَهِيدًا[1]

ترجمہ: (اے انسان! اپنی تربیت یوں کر کہ) جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو (سمجھ کہ) وہ اللہ کی طرف سے ہے (اسے اپنے حسنِ تدبیر کی طرف منسوب نہ کر)، اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو (سمجھ کہ) وہ تیری اپنی طرف سے ہے (یعنی اسے اپنی خرابیٔ نفس کی طرف منسوب کر)، اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور (آپ کی رسالت پر) اللہ گواہی میں کافی ہے۔

[1] النساء 4: 79

وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اے بندے! تجھے جو بھی بھلائی پہنچے، نیکی حاصل ہو، وہ فقط اللہ کی رحمت ہے، خالق کائنات کا کرم ہے کہ اس نے تمہارے لئے ایسے اسباب مہیا کر دیئے، تمہیں توفیق نصیب ہوئی کہ وہ نیک عمل انجام دے کر تم بھلائی کو پا سکو۔

لیکن اگر تم اسے چھوڑ کر برائی اختیار کر لو تو یہ یقیناً تمہاری بد بختی ہے، تمہاری کج فہمی کا انجام ہے کہ تم نے اپنی خواہش کے تابع ہو کر سرکشی کا راستہ اختیار کیا۔

گویا کہ قرآن حکیم بیان کر رہا ہے کہ نیکی اللہ کرواتا ہے، اس کے کرم کے طفیل بندے کو بھلائی پہنچتی ہے۔

جبکہ برائی کا راستہ بندہ خود اختیار کرتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہش سے مغلوب ہو کر خود نافرمانی کا راستہ چنتا ہے۔

ابلیس اور اس کا راستہ اختیار کرنے والے اسلوب قرآن سے متضاد طرز اختیار کرتے ہیں۔ برائی میں مبتلا ہونے پر بہانے گھڑتے ہیں۔ کبھی حالات کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کبھی کسی فرد کو، یہاں تک کہ اللہ پر بہتان لگانے سے بھی نہیں کتراتے۔ جیسا کہ اوپر درج کی گئی آیات میں ذکر آیا۔

اچھا عمل سرزد ہو جائے تو کہتے ہیں کہ "میں نے یہ عمل کیا" اور برائی اور نافرمانی پر اعتراف کرنے کی بجائے خود کو ذمہ دار نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ عمل یوں ہو گیا گویا کہ میں تو نہ چاہتا تھا لیکن مجھ سے یہ کروایا گیا ہے۔

جبکہ دوسری جانب اللہ کے بندوں کا طرز عمل قرآن پاک کے بیان کردہ اسلوب کے عین مطابق ہوتا ہے۔

شیطان کی چال سے حضرت آدم علیہ السلام نے جب وہ پھل کھالیا تو اس کے لئے دلیل یا عذر پیش نہ کیا۔ قرآن مجید نے آپ کے الفاظ کو یوں بیان کیا۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ [1]

ترجمہ: دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی؛ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اقرار کیا، اعتراف کیا، شرمندگی سے مغلوب ہو کر اپنے ہی غلط ہونے پر اصرار کیا اور نسلِ انسانی کے لیے حق و باطل کا فرق واضح کر دیا۔

گویا کہ شیطان نے جب اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو اس کے بعد اپنی انا پر نہ صرف اڑ گیا بلکہ جواز و اثبات میں قیاس اور دلائل کا سہارا لینے لگا۔ جس کے نتیجے میں راندۂ درگاہ اور ہمیشہ کے لیے ملعون قرار پایا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اعترافِ خطا کیا، اس پر ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا، اپنے آپ کو قصور وار تسلیم کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کا اہتمام کیا تو یوں وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ٹھہرے۔

یہی طریق ہمیشہ رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار پایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی اتباع کرنے والے بندگانِ الٰہی کا شیوہ رہا۔

---

[1] الاعراف 7: 23

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَ آخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ

إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]

ترجمہ: اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

یوں گویا دونوں راستوں کی نشاندہی ہو گئی۔ شیطانی راستے کی بھی اور اللہ والوں کے راستے کی بھی۔ گناہ کر کے اس پر شرمندہ نہ ہونا، اس پر اترانا، اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلائل گھڑنا شیطانی راستہ ہے۔ اور گناہ کے بعد، غلطی سرزد ہونے کے بعد اعتراف کرنا، قصور تسلیم کرنا، احساس ندامت سے مغلوب ہو کر بارگاہ الٰہی میں جھک جانا بندگان الٰہی کا راستہ ہے۔ اور رجوع کی پہلی شرط ہے۔

گناہ و نافرمانی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اپنی فطرت و چاہت سے مغلوب ہو کر ہو۔ دوسری تکبر اور بے ادبی کی وجہ سے ہو۔ پہلی شرمندہ کرتی ہے اور معافی نصیب ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری کو شرمندہ نہ ہونے کے سبب معافی نہیں بلکہ گمراہی ملتی ہے۔ اللہ عزوجل بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔

[1] سورۃ التوبہ 9: 102

ندامت و شرمندگی

اعتراف خطا کرنا، بار خطا اپنے کندھوں پر محسوس کرنے کے ساتھ ہی متصل اگلی شرط/مرحلہ اس غلطی پر شرمندگی اور پشیمانی محسوس کرنا ہے۔

شرمندگی کا یہ احساس ہی دراصل نافرمانی سے روگردانی، نافرمانی چھوڑ کر اطاعت میں آجانے کے مترادف ہے۔ اگر اعتراف گناہ ندامت سے عاری ہے تو وہ دل کو رقیق کرنے کی بجائے مزید سختی اور ڈھٹائی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس لیے بنا کسی دلیل کے، بنا کسی علت، بنا کوئی بہانہ تراشے اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہوئے نادم ہو جانا توبہ کی دوسری شرط ہے۔

اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اَلنَّدَمُ تَوبَۃٌ[1]

ترجمہ: ندامت ہی توبہ ہے۔

یہی شرم و حیا بندے پر توبہ کے دروازے کھولنے والی ہے۔

حقیقی ندامت سے پیدا ہونے والی دل کی رقت اور آنکھوں سے جاری ہونے والے ندامت کے آنسو اللہ کے ہاں بہت مقبول ہیں۔ اور رحمت خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

جب کوئی انسان جرم اور خطا سرزد ہونے کے بعد مالک حقیقی کے سامنے شرمندگی سے روتا ہے تو خالق اس پر رحمت کی نظر فرماتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ گویا اس نے اپنی بندگی،

[1] اخرجہ ابن ماجہ فی السنن، کتاب الزھد، باب ذکر توبہ، رقم: 4252 و مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: 3568

عاجزی اور اللہ کی عظمت کا اعتراف کر دیا۔ یہی تصور بندگی کا وہ زینہ ہے جس کے استحکام پر اللہ نے اپنے قرب اور بڑی نعمتوں اور رحمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللهَ يَجِدِ اللهَ غَفُورًا رَّحِيمًا[1]

ترجمہ: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[2]

ترجمہ: پھر جو شخص اپنے (اس) ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کر لے تو بیشک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ[3]

---

[1] النساء4 :110

[2] المائدۃ5 :39

[3] النحل16 :119

ترجمہ: پھر بیشک آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نادانی سے غلطیاں کیں پھر اس کے بعد تائب ہو گئے اور (اپنی) حالت درست کر لی تو بیشک آپ کا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]

ترجمہ: اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کر لی ہے، سو تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور (اپنی) اصلاح کر لے تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ[2]

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو (اسے) جانتا ہے۔

---

[1] الانعام 6: 54

[2] الشوریٰ 42: 25

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ[1]

ترجمہ: اور اُن لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور اپنے فضل سے انہیں (اُن کی دعا سے بھی) زیادہ دیتا ہے، اور جو کافر ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔

ترکِ معصیت/اصلاح احوال

اعترافِ خطا اور اس پر حقیقی ندامت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان پھر اس خطا اور معصیت سے لازماً دور ہو جائے جس سے وہ تائب ہوا ہے۔

حقیقی ندامت انسان کے اندر ہمہ گیر تبدیلی کو جنم دیتی ہے۔ ندامت صرف توبہ کے الفاظ ادا کرنے اور خالی آنسو بہانے کا نام نہیں۔ ندامت اور اس کے نتیجے میں رجوع کر لینے کا ثمر احوالِ حیات کا مکمل طور پر تبدیل ہو جانا ہے۔ جب تک توبہ کرنے والا ترکِ معصیت کا اہتمام نہیں کرتا، اصلاح احوال کی فکر نہیں کرتا، وہ گویا تائب ہوا ہی نہیں۔ گناہوں سے شرمندگی کے باعث آنکھوں کا اشک ریز ہونا قیمت صرف تب پاتا ہے جب اس کے نتیجے میں انسان کی زندگی سے اللہ کی نافرمانی، فسق و فجور، ظلم و ناانصافی اور حرص و ہوس جیسے جملہ رذائل کلی طور پر خارج ہو جائیں اور انسان اطاعت و بندگی میں ڈھل جائے۔

---

[1] الشوریٰ 42: 26

گناہ کو ترک کر دینا، اصلاح احوال کا پہلا قدم ہے۔ پہلا قدم اٹھائے بنا تو سفر کا آغاز نہیں کر سکتا کجا کہ منزل یعنی بندگی حاصل کرنے کی بات کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صَقَلَ مِنْهَا قَلْبُهُ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى يُغَلَّفَ بِهَا قَلْبُهُ[1]

ترجمہ: مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لے اور گناہ سے ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ ڈٹا رہے اور زیادہ گناہ کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

الِاسْتِغْفَارُ مِنْ غَيْرِ إِقْلَاعٍ تَوْبَةُ الْكَذَّابِينَ[2]

ترجمہ: گناہ سے باز آئے بغیر توبہ جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ترکِ گناہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

زَلَّةٌ وَاحِدَةٌ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَقْبَحُ مِنْ سَبْعِينَ قَبْلَهَا[3]

---

[1] اخرجه البيهقي في شعب الايمان، فصل في الطبع على القلب أو الرين، رقم:7203

[2] اخرجه البيهقي في شعب الايمان، باب معالجة كل ذنب بالتوبة، رقم:7175

[3] الرسالة القشيرية، باب التوبة، رقم:214

ترجمہ: توبہ کے بعد کی ایک لغزش توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بد تر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اچھے اعمال اور نیکی کا اجر یقیناً اچھا ہے، مگر گناہ ناسور ہے۔ اگر ترک نہ کرو تو برابر بڑھتا رہے گا۔

عمل صالح یقیناً اجر و ثواب کا باعث تو ہے مگر کامیابی و فلاح کا ضامن نہیں۔

کیونکہ انسان ہر ہر نیک عمل کرنے کا مکلف نہیں۔ مگر ہر ہر برائی سے بچنے اور جملہ رذائل ترک کر دینے کا مکلف ضرور ہے۔ یعنی کہ اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ فرائض و واجبات کے علاوہ اتنے نوافل کیوں نہ ادا کیے۔ اتنا صدقہ و خیرات کیوں نہ کیا کہ یہ سب اعمال صالح کرنے سے اجر اور تقرب الی اللہ تو ہے مگر نہ کرنے سے گناہ گار نہیں۔ اب یہ اس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے چاہت اور حُب پر منحصر ہے کہ وہ اس راہ میں کتنی کوشش کرتا ہے۔ ہاں مگر چھوٹے سے چھوٹے گناہ میں مبتلا ہونے کی پوچھ ضرور ہو گی، ہر نافرمانی کی سرزنش ضرور کی جائے گی۔ ہر معصیت میں مبتلا ہونے کا جوابدہ ضرور ہونا پڑے گا اور اس کی سزا سے بچنا توبہ اور رجوع کیے بغیر ممکن نہیں۔

گویا نیک اور صالح عمل کرتے ہوئے، نافرمانی کو ترک نہ کرنا، حرام کا مرتکب ہوتے رہنا، نیک عمل کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ اگر کوئی اعمال نامہ کی بالٹی کو نیک اعمال کے پانی سے بھرنے کی کوشش کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ بالٹی کے پیندے میں ارتکابِ حرام سے سوراخ کرنے سے باز نہ آئے تو اختتام زیست تک بالٹی کبھی بھرنے نہ پائے گی۔ ساری زندگی محنت کرنے کے باوجود آخر میں خالی ہاتھ رہ جانا مقدر ہو گا۔

ہاں اگر تمام سوراخ بند کردے، توبہ کا تقاضا پورا کرے تب ہر نیک عمل کام آنے والا ہوگا۔ اور آخرت کے لیے جمع پونجی ضائع ہونے کی بجائے محفوظ ہو جائے گی۔

وگرنہ زندگی کی سعی لاحاصل ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ذیشان ہے

عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا قَالَ ثَوْبَانُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللهِ انْتَهَكُوهَا[1]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فضا میں اڑتے ہوئے ذرے کی طرح بنادے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمائیے تاکہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمہاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے، جیسے تم عبادت کرتے

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الذنوب، رقم: 4245

ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔

ترکِ معصیت توبہ کا لازم جزء ہے۔ اور رحمت الٰہی کا دروازہ ہے۔

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]

ترجمہ: اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے (تو) بیشک آپ کا رب اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حکماً ارشاد فرمایا۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[2]

ترجمہ: اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے

[1] الاعراف 7:153

[2] النور 24:31

(اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کم سِنی کے باعث ابھی) عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنٰی ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکمِ شریعت سے) پوشیدہ کئے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو، اے مومنو! **تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ۔**

توبہ کے حکم کے بعد ترتیب بھی بیان فرمائی۔ لہٰذا سورۃ القصص میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ [1]

ترجمہ: لیکن جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یقیناً وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو گا۔

[1] القصص 28:67

یعنی اولاً حقیقی توبہ کرے، پھر ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کرے گا تو ہی ابدی کامیابی اس کا مقدر ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں ترک رذائل کے بعد، نیک اعمال جمع کرنے کے لیے ایمان کی بالٹی ہاتھ میں لے گا۔ اس بالٹی میں نیک اعمال جمع کرے گا تو فلاح کی ضمانت پائے گا۔

ترک گناہ کے ساتھ ہی پھر اعمال صالحہ کا جمع کرنا اصل زادِ راہ ہے۔

حدیث مبارکہ اس پر واضح دلیل ہے:

اتَّقِ اللهِ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا[1]

ترجمہ: جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو اور گناہ سرزد ہو جانے کے بعد فوراً نیک عمل کرو وہ (نیک عمل) اس گناہ کے اثرات مٹا دے گا۔

گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرو اور نیک عمل کی طرف متوجہ ہو جاؤ کہ نیک عمل گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

عزم واستقامت

ترکِ معصیت و اصلاح احوال کے بعد اگلا مرحلہ اپنے آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کا ہے۔ انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پختہ عہد کرے کہ جن نافرمانیوں، خطاؤں اور گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہے، آئندہ کبھی یہ اس کی زندگی میں داخل نہیں ہوں گی۔ توبہ کی ابدی سلامتی کا انحصار اس پر ہے کہ وہ کس قدر اپنے عہد پر پختہ رہتا ہے۔

[1] اخرجه الترمذی فی السنن، أبواب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی معاشرة الناس، رقم: 1987، ومسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث أبي ذر الغفاری رضی الله عنه، رقم: 21354

توابین کی صفت بیان کرتے ہوئے رب کریم فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ[1]

ترجمہ: اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے **ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۔**

توبہ کا مکمل اسلوب وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس پر ڈٹ نہ جائے بلکہ اپنے آپ کو خطاوار سمجھتے ہوئے معافی کا طلبگار رہے۔

گویا جب یہ لوگ کوئی خطا کر بیٹھیں، اپنی جان پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ (رجوع الی اللہ کرتے ہیں) شرمندہ ہوتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے (ان کو ترکِ معصیت کے بعد عزم واستقامت سے توبہ پر قائم رہتے ہیں۔

پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے اصرار گناہ کرنے والوں کے لیے وعید ذکر کی کہ بار بار کی نافرمانی توبہ کو فاسد کر کے رحمت کا رخ پھیر دیتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے

[1] آل عمران 3: 135

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا[1]

ترجمہ: اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو **نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ** کر لیں پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا[2]

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کے لئے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لئے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر فرمایا کہ جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں اور جلد ہی رجوع کرتے ہوئے توبہ کریں تو میری رحمت ان کے لیے منتظر رہتی ہے۔ وہ مجھے تواب اور رحیم پائیں گے کہ اللہ تو معاف کرنا پسند فرماتا ہے۔ مگر واضح تنبیہ ہے ان کے لیے جو گناہ سے باز نہ رہیں اور

[1] النساء4: 17

[2] النساء4: 18

اس پر جان بوجھ کر دوام اختیار کریں، کہ ان کی توبہ رب کو صفت الرحمٰن کے باوجود قبول نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ [1]

ترجمہ: اور بیشک میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر (قائم) رہا۔

اس آیت مبارکہ میں ہدایت پر قائم رہنے والوں کے لیے، عزم واستقامت سے ترکِ معصیت کرنے والوں کے لیے غفار یعنی (بہت زیادہ بخشنے والا) کی صفت ذکر فرما کر اپنی رحمت نچھاور کی۔

غلطی پر پشیمان ہو کر توبہ کر لینا اتنا مشکل نہیں جتنا اس پر استقامت سے قائم رہنا ہے۔

یہ مرحلہ سب سے زیادہ ضروری بھی ہے جیساکہ اوپر بیان کی گئی آیات میں ذکر آیا اور سب سے کٹھن بھی۔

استقامت کا مطلب یہ ہے کہ توبہ پر ثابت قدم رہے کہ آئندہ کبھی بھی ایسا کام نہ انجام دے جو شرمندگی وندامت کا باعث بنے۔ فرمانِ الٰہی ہے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [2]

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

---

[1] طٰہٰ20: 82

[2] الاحقاف46: 13

ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں استقاموا سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دل فقط اللہ کے ساتھ لگائے اور پھر وہ اس پر ڈٹے رہے۔

ابو علی شبوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی۔

رُوِیَ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ شَيَّبَتْنِیْ هُوْدَ، فَمَا الَّذِی شَيَّبَكَ مِنْهَا؟ اَقَصَصُ الْاَنْبِيَاءِ اَمْ هَلَاكُ الْاُمَمِ؟ فَقَالَ: لَا، وَلٰكِنْ قَوْلُهُ تَعَالٰی: فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ[1]

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کس بات نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ انبیاء کے واقعات نے یا امتوں کی ہلاکت نے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اللہ کے اس فرمان نے: بس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا۔

اس مشکل اور کٹھن امر یعنی استقامت توبہ پر قائم رہنے کی رہنمائی احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے بیش بہا اقوال بہت احسن طریقے سے کرتے ہیں۔ ہم ان امور کا مرحلہ وار تذکرہ کرتے ہیں۔

توبہ میں تاخیر کا مرتکب نہ ہونا/توبہ میں جلدی کرنا

کوئی بھی خطاء سرزد ہونے کے ساتھ ہی فوراً توبہ کی طرف مائل ہونا بندگی کا خاصہ ہے۔ توبہ ہر بندے کے لیے واجب ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان سے کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہ ہو کہ خطاء

[1] اخرجہ القشیری فی الرسالۃ، باب الرضا، 2: 357، مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البکاء والخوف، رقم: 5353

کا عنصر انسان کا جزء ہے۔ مگر خطاء کے فوراً بعد بنا کسی تاخیر کے کامل توبہ کرنا یہ بندے کے لیے واجب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ۔[1]

ترجمہ: ہر انسان خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو (خطا کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَمَّا وُجُوبُهَا عَلَى الفَورِ فَلَا يُستَرَابُ فِيهِ إِذْ مَعرِفَةُ كَونِ الْمَعَاصِي مُهْلِكَاتٍ مِنْ نَفْسِ الإِيمَانِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى الْفَورِ[2]

ترجمہ: توبہ کے فوری واجب ہونے میں کسی کو شک نہیں کیونکہ اس بات کی پہچان حاصل کرنا کہ گناہ ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ نفسِ ایمان میں سے ہے اور وہ فوری طور پر واجب ہے۔

ٹال مٹول کرتے ہوئے توبہ میں تاخیر کرنا دو خطرات سے خالی نہیں۔

---

[1] اخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم: 4251، والدارمي في المسند، ومن كتاب الرقاق، باب: في التوبة، رقم: 2769

[2] إحياء علوم الدين، كتاب التوبة، بيان أن وجوب التوبة على الفور، 4: 7

1۔ایک یہ کہ اس کے باعث دل پر گناہوں کی تاریکی مسلسل جمع ہوتی چلی جاتی ہے۔اور آخر کار زنگ اور مہر کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کا دور کرنا پھر ممکن نہیں رہتا۔

فرمان حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از تشریح فرمان کبریا ہے۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ، زَادَتْ، فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللهُ فِي كِتَابِهِ: {كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ}[1]

ترجمہ: مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کر لے اور گناہ سے ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ ڈٹا رہے اور زیادہ گناہ کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔اور یہی وہ رَانَ یعنی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ، مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ[2]

ترجمہ: (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اَعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)۔

اور اللہ نے توبہ کی قبولیت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ذکر فرمائی ہے۔

---

[1] اخرجه ابن ماجه في السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، رقم: 4244

[2] المطففين 83: 14

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا[1]

ترجمہ: اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں **پھر جلد ہی توبہ کرلیں** پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے۔

توبہ میں تاخیر کرنے والوں کے متعلق وعید سنائی اور ان کی توبہ قبول نہ فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا[2]

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کے لئے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لئے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

2۔ دوسرا خطرہ یہ ہے کہ کوئی مہلک بیماری یا موت اچانک آجائے اور انسان کو گناہ کے ازالے کی مہلت ہی نہ ملے۔

---

[1] النساء4: 17

[2] النساء4: 18

یہ عمر بندے کے پاس اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے۔ اگر اس نے اس زندگی کی حفاظت کی تو امانت کا حق ادا کر دیا اور اگر اسے حکم عدولی کر کے برباد کر دیا تو یہ اللہ کی امانت میں خیانت کا مرتکب ہوا۔

آنے والے لمحے کا علم کسی کو بھی نہیں۔ زندگی لمحۂ موجود سے ہی عبارت ہے۔ کس کو کیا خبر کہ اگلی سانس آتی بھی ہے کہ نہیں چنانچہ توبہ اور اصلاح میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی مہلت سے محروم ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔

موت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ جب اچانک اس پر موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ حیرت زدہ ہو کر فرشتے سے مہلت کا طلب گار ہوتا ہے کہ اسے مہلت دے تاکہ رب العزت کے حضور معافی طلب کر سکے۔ لیکن توبہ کے لیے وقت مرگ سے قبل تک مہلت ہے۔

اس کیفیت کو قرآن پاک میں رب کریم نے یوں ارشاد فرمایا:

وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ[1]

ترجمہ: اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔

[1] المنافقون63: 10

فرمان الٰہی ہے۔

وَلَن يُؤَخِّرَ اللهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[1]

ترجمہ: اور اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، اور اللہ اُن کے کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا[2]

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کے لئے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لئے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ[3]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے، جب تک اس کا دم گلے میں اٹک نہیں جاتا۔

[1] المنافقون63: 11

[2] النساء4: 18

[3] اخرجه الترمذی فی السنن، ابواب الدعوات عن رسول الله ﷺ، رقم: 3537

ہر گزرنے والا دن بندے کو موت کے قریب تر کرتا ہے اس لیے توبہ کے لیے لمحہ بھر بھی انتظار گوارہ نہ کرنا استقامت توبہ کے لیے لازم ہے۔

گناہ کو معمولی نہ سمجھنا

گناہ کو معمولی تصور کرنا ارتکابِ گناہ سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ یہ گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم صفت ستار العیوب کی بناء پر گویا دلیر ہونا ہے۔ شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قوت القلوب میں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین میں توبہ کے ضمن میں بعض معتبر حضرات سے ایک حکایت بیان کی ہے:

ایک صالح ولی کیچڑ کے راستے پر لباس پنڈلیوں سے اوپر کر کے راہ کے کناروں پر ہو کر چل رہے تھے۔ چلتے چلتے اچانک ان کا پاؤں پھسل گیا اور کیچڑ میں چلا گیا۔ جس پر انہوں نے دونوں پاؤں کیچڑ میں داخل کر دیئے اور درمیان میں چلنے لگے۔ پھر وہ زار و قطار رو پڑے۔ عقیدت مندوں نے عرض کی آپ نے یہ کیا عمل کیا اور کیوں؟ فرمانے لگے: یہ بندے کی مثال ہے۔ وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور اطراف سے ہو کر چلتا ہے۔ کبھی ایک یا دو گناہ میں گرتا ہے اور اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن پھر اس کے بعد گناہوں میں ڈوب کر ہی رہ جاتا ہے۔[1]

وہ عارف دراصل ناکردہ گناہوں کے خیال ہی سے رو رو کر اظہارِ بندگی بجا لا رہے تھے۔ دراصل عارف گناہ کے چھوٹے پن کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کا دھیان اس طرف جاتا ہے کہ یہ نافرمانی کس کی ہے۔ درحقیقت گناہ کو چھوٹا بڑا سمجھنے کا انحصار نورِ ایمان پر ہے۔ صحابہ کرام کے قلوب میں نور

[1] ابو طالب مکی۔ قوت القلوب، الغزالی۔ احیاء العلوم الدین

ایمان کی اس قدر عظمت تھی کہ وہ صغیرہ گناہوں کو بھی بہت خوفناک سمجھتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قلوب میں ظلمت بڑھتی گئی، ایمان کمزور ہوتا گیا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ چھوٹے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گناہ کو معمولی تصور کرنا ایک منافقانہ طرز عمل ہے کیونکہ منافق خود کو دھوکہ دیتا ہے اور گناہ کو چھوٹا تصور کرتے ہوئے اسے کر گزرنے سے زیادہ واضح اور کھلا دھوکہ اور کیا ہوگا۔

دراصل بندے کے دل میں محرمات کی جس قدر عظمت ہو گی اس قدر انہیں توڑنے اور پامال کرنے میں وہ خوف اور وحشت محسوس کرے گا۔ اب اگر کسی معاشرے میں گناہوں کو معمولی سمجھنے اور ان کا ارتکاب کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کر کوردیدہ اور نور ایمان و بصیرت سے محروم ہو رہا ہے۔ یہ غفلت کی کیفیت ہے جسے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ[1]

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے اطاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اس طرح چھوٹے گناہ کو کوہ گراں سمجھنا بھی توبہ کی شرائط میں سے ہے۔ کیونکہ چھوٹے گناہ لذت گناہ کی پرورش کرتے ہیں۔ جس سے انسان بڑے گناہوں میں پھسل جاتا ہے۔ یہ گناہوں پر اصرار کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے۔ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہ کی مبادیات ہیں۔ لہذا

[1] الانبیاء 1:21

انسان کی نظر کبھی بھی کسی گناہ کے چھوٹے ہونے پر نہ جائے بلکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ نافرمانی کس خالق ومالک کی کر رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ[1]

ترجمہ: مومن اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے جیسے کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہو کہ وہ پہاڑ اس کے اوپر گر پڑے گا اور منافق اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی طرح معمولی سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک پر سے بیٹھ کر اڑ گئی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں مومن کے لئے ایمان کا ایک معیار مقرر کر دیا گیا ہے جو جس قدر پختہ ایمان کا حامل ہے وہ اسی قدر گناہوں سے لرزہ بر اندام ہے۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی اس کے لیے پہاڑ کی مانند ہے۔

حدیث مرسل میں یہ مضمون مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے

لِيَتَّقِ أَحَدُكُمْ أَنْ يُؤْخَذَ عَنْهُ أَدْنَى ذُنُوبِهِ فِي نَفْسِهِ[2]

ترجمہ: تم میں سے ہر کسی کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ اس کا مواخذہ اس گناہ پر ہو جائے جس کو وہ اپنے لیے معمولی سمجھ رہا ہے۔

[1] اخرجہ البخاری فی الصحیح، کتاب الدعوات، باب التوبہ، رقم: 6308 وشعب الایمان، معالجة کل ذنب بالتوبة (منه)، رقم: 6701

[2] ابو طالب مکی۔ قوت القلوب، 01:370

ہمارا تو یہ حال ہے کہ اپنی برائیوں اور گمراہیوں کو گناہ کا درجہ دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ جبکہ اہل اللہ کی جماعت کا قول ہے کہ توبہ تو یہ ہے کہ تائب اپنے کئے ہوئے گناہ کو کبھی نہ بھولے اور اس سے ہمیشہ پشیمان رہے کیونکہ برے کام پر افسوس کرنا اعمال صالحہ پر مقدم ہے۔ گناہ نہ بھولنے والا کبھی نیکیوں پر غرہ نہیں کرتا۔

ماہیت گناہ کا واضح ہو جانا

گناہ نافرمانی ہے، سرکشی ہے، حرام پر عمل کرنے کا نام ہے، منہیات کی طرف مائل ہونا ہے۔، گندگی ہے، نجاست ہے، ناپاکی ہے۔ یہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس معنی میں وضاحت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ فرمان الٰہی ہے،

فَمَن يُرِدِ اللهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ[1]

ترجمہ: پس اللہ جس کسی کو (فضلاً) ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کسی کو (عدلاً اس کی اپنی خرید کردہ) گمراہی پر ہی رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ (ایسی) شدید گھٹن کے ساتھ تنگ کر دیتا ہے گویا وہ بمشکل آسمان (یعنی بلندی) پر چڑھ رہا ہو، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذابِ (ذلّت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

---

[1] الانعام 6: 125

فرمان الٰہی ہے،

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ[1]

ترجمہ: اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو اس (سورت) نے ان کی خباثتِ (کفرو نفاق) پر مزید پلیدی (اور خباثت) بڑھادی اور وہ اس حالت میں مرے کہ کافر ہی تھے۔

یعنی دلوں کے مرض (گمراہی) کو پلیدی سے عبارت کیا گیا۔ فرمان الٰہی ہے،

قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[2]

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بیشک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

[1] التوبہ 9: 125

[2] الانعام 6: 145

اوپر بیان کی گئی آیت مبارکہ میں بھی حرام کو نجاست (ناپاکی) سے تشبیہ دے کر اس سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ فرمان الٰہی ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

خواہشات نفسانی اور شیطان کے بہکاوے میں آکر کیونکر انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے؟

کیونکہ دل میں گناہ کی اصل ماہیت یعنی ناپاکی اور گندگی واضح ہی نہیں ہوئی۔

طبیعت اور مزاج تو گناہ کی وقتی لذت سے مناسبت قائم رکھے ہوئے ہے۔ اگر دل نے گناہ کو واقعتاً گندگی اور ناپاکی مانا ہو، نافرمانی کو اس طرح نجس تسلیم کیا ہو جیسے پاخانہ پیشاب یا اور کسی بھی نجاست کو پلید مانا ہے تو دل نافرمانی سے ایسا اچاٹ ہو کہ کبھی گناہ کے قریب بھی نہ بھٹکے۔

اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو دل میں کبھی اسکی لذت محسوس نہ کرے کہ دل میں سابقہ گناہ کی لذت محسوس کرنا، اسے دوبارہ گناہ کی طرف آمادہ کر کے توبہ کے فاسد ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اگر دل میں ماہیت گناہ، اس کا نجس و ناپاک ہونا واضح ہو تو طبیعت اس سے حد درجہ

[1] المائدۃ 5: 90

متنفر ہو جائے گی اور اس گناہ کی یاد صرف شرمندگی بن کر دل میں رہ جائے گی نہ کہ لذت کا احساس بن کر توبہ کی قبولیت اور قائم رہنے میں مانع ہے۔

صاحب قوت القلوب حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کے باب میں سچی علامات توبہ کے ذیل میں اسرائیلی روایات کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی کہ ایک نبی علیہ السلام نے ایک شخص کی توبہ قبول کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور درخواست کی جس نے 60 سال عبادت وریاضت میں خوب محنت کی تھی لیکن توبہ کی قبولیت کا کوئی نشان نہ دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعِزَّتِی وَجَلَالِی لَوْ شَفَعَ فِیْهِ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ مَا قَبِلْتُ تَوْبَتَهٗ وَحَلَاوَةُ وَذٰلِكَ الذَّنْبُ الَّذِی تَابَ مِنْهُ قَلْبُهٗ[1]

ترجمہ: مجھے میرے عزت و جلال کی قسم اگر تمام آسمانوں اور زمین والے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی میں اس کی توبہ قبول نہیں کروں گا جب کہ اس گناہ کی شیرینی (لذت) اس کے دل میں ابھی تک ہے جس سے اس نے توبہ کی۔

اگر دل گناہ سے کھٹا نہ ہو، اس وقتی لذت سے دور ہونے پر آمادہ نہ ہو، تو انسان یہ ضرور غور و فکر کرے کہ جب مجھے فانی زندگی کے مختصر ایام میں، ان لمحاتی لذتوں کو چھوڑنا اتنا مشکل لگ رہا ہے تو ہمیشہ کی زندگی، اُخروی زندگی کی لذتوں اور جنت کی نعمتوں سے محرومی میں کیسے گوارا کر پاؤں

[1] قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون شرح مقامات الیقین وأحوال الموقنین، 1:306 إحیاء علوم الدین، کتاب التوبة، الرکن الثالث فی تمام التوبة وشروطها ودوامها إلی آخر العمر، 4: 34

گا۔ یہاں صبر کی آزمائش برداشت نہیں تو وہاں نار جہنم کی تکلیف کیسے برداشت ہو گی۔ وقتی لذت کا انجام طویل غم ہے۔

کسی عارف کا قول ہے کہ کبھی لذت کی وجہ سے گناہ نہ کرو کہ لذت جاتی رہے گی مگر گناہ تمہارے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ اور کبھی مشقت کے باعث نیکی ترک نہ کرو کیونکہ مشقت کا اثر ختم ہو جائے گا مگر نیکی تمہارے نامہ اعمال میں محفوظ رہے گی۔

گناہ پر شرمندہ رہنا

استقامتِ توبہ کا ایک اور جزو جو عارفین نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کو کچھ اس طرح یاد رکھے کہ اس نافرمانی کا احساس اسے بے چین رکھے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ماہیت گناہ یعنی گناہ کا ناپاک اور نجس ہونا اس پر واضح ہو۔ پھر وہ اس میں حلاوت کی بجائے کڑواہٹ محسوس کرے گا اور دل میں ملال قائم رہے گا کہ میرے سے یہ گندگی کیونکر سرزد ہو گئی۔ وہ اپنے کیے پر ہمیشہ نادم اور غم زدہ رہے تاکہ دوبارہ ایسا گناہ سرزد نہ ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم الدین میں توبہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ گناہ کے خیال پر غم زدہ رہنا اور رونا دھونا تائید کے حق میں کمال ہے۔ کیونکہ اگر اسے بھلا دیا جائے تو دل گرفتگی و گناہ کی کڑواہٹ نافرمانی میں مبتلا ہونے کا غم و حزن زائل ہو جائے گا اور یہ بات یقیناً خسارا ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھے کہ عارفین کے نزدیک خواہش گناہ (کا قائم رہنا) گناہ کے مقابل میں زیادہ ہلاکت انگیز ہے کہ ایک گناہ ایک وقت کی نافرمانی ہے جبکہ خواہش کا قائم رہنا مستقلاً خطرہ ہے۔

بری صحبت سے پرہیز

صحبت کا انسانی عادات میں دخل کوئی ڈھکا چھپا نہیں۔ بری صحبت سے اجتناب نہ کرنا استقامتِ توبہ کو مانع عوامل میں سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اچھی صحبت اور بری صحبت کو ایک عظیم مثال کے ساتھ سمجھایا چنانچہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ، كَحَامِلِ المِسْكِ وَنَافِخِ الكِيرِ، فَحَامِلُ المِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً[1]

ترجمہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک لئے ہوئے ہے اور بھٹی دھونکنے والا ہے، مشک والا یا تو تمہیں کچھ دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا اس کی خوشبو تم سونگھ لوگے (یعنی ہر صورت فائدہ ہی فائدہ ہے) اور بھٹی والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا تمہیں اس کی بدبو پہنچے گی۔ (یعنی ہر صورت میں نقصان ہی نقصان ہے۔) اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے

[1] اخرجه البخاری فی الصحیح: کتاب الذبائح والصید باب المسك، رقم: 5214، والمسلم فی الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناء السوء، رقم: 2628

والے کی طرح ہے۔ مشک اٹھانے والے سے یا تو مشک خریدے گا یا تجھے اس سے عمدہ خوشبو آئے گی جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلائے گا یا تجھے اس سے ناگوار بُو آئے گی۔

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی میٹھے انداز میں اس حدیث مبارکہ کی شرح بیان فرمائی۔

چنگے بندے دی صحبت یار جیویں دکان عطاراں
سودا بھاویں مول نہ لئے حلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت ایوں جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بہیئے چنکاں آن ہزاراں

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بری صحبت کی ظاہری صورتوں کے علاوہ بھی کئی شکلیں ہیں جو ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ بری صحبت کی ظاہری صورتوں کے علاوہ اس کی کئی مخفی شکلیں بھی ہیں مثلاً کیبلز، انٹرنیٹ، سیل فون اور اس میں استعمال ہونے والی میموری کارڈ، ٹی وی چینلز جو زیادہ خطرناک طریقے سے بری صحبت کا ذریعہ ہے۔ سائنسی ایجادات کے باعث دنیا سکڑ کر گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ان جدید ذرائع نے بلاشبہ علم و تحقیق کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور کوئی بھی ان سے صرفِ نظر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن نظریاتی تربیت کے فقدان اور علمی کم مائیگی کے باعث ہمارے اخلاق بری طرح تباہ ہو رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ان ذرائع ابلاغ پر کنٹرول عالمی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے جو باقاعدہ منصوبہ بندی سے اخلاقی بے راہ روی اور عریانی اور فحاشی کے فروغ میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

چنانچہ جب تک اسی شد و مد سے صالح صحبتیں مہیا نہیں کی جاتیں تو نئی نسل جو امت مسلمہ کے احیاء کا انحصار ہے، کے بگاڑ پر قابو پانا ممکن نہیں۔ حکومتی اور غیر حکومتی ذرائع کے ذریعے باقاعدہ نظم کے ساتھ اور اخلاص پر مبنی خانقاہی تربیت گاہوں کے قیام سے ہی امت کے احوال کی اصلاح ممکن ہے۔

اوپر بیان کئے گئے تمام عوامل توبہ پر قائم رہنے، دوبارہ نافرمانی میں مبتلا نہ ہونے اور حصول استقامت کے لئے بہت کارگر ہیں۔ اور ان کے بنا توبہ کا دوام یقیناً ایک مشکل امر ہے۔

ان سب پر عمل کرتے ہوئے توبہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور انسان خطا سے ثواب تک کا سفر طے کرتا ہوا اصلاح احوال حاصل کر لیتا ہے۔

مگر اس سب کے باوجود سالک کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ کبھی نہیں بھولنی چاہیئے۔

كَمْ مِنْ تَائِبٍ يَرِدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَظُنُّ أَنَّهُ تَائِبٌ وَلَيسَ بِتَائِبٍ لانه لَمْ يُحكِمْ أَبْوَابَ التَّوبَةِ[1]

ترجمہ: قیامت کے دن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو خود کو تائب سمجھ کر آئیں گے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی ہوگی۔ اس لئے کہ انہوں نے توبہ کے دروازے کو شرمندگی سے مستحکم نہیں کیا ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ میں توبہ کے دروازے کو مستحکم کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے توبہ کے بعد گناہ نہ کرنے کا عزم نہیں کیا ہوگا، اپنی طاقت کی حد تک مظالم کو دفع نہیں کیا ہوگا، بعض امور

[1] اخرجه البيهقي في شعب الايمان، معالجة كل ذنب بالتوبة، رقم: 7178

کے لیے انہوں نے معافی مانگنے کو ضروری نہیں سمجھا ہو گا، اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کو وہ آسان بات سمجھتے ہوں گے، چنانچہ گناہوں کو بھول جانا اور معمولی گناہوں کے لئے توبہ کو ضروری نہ سمجھنا، انتہائی خطرناک عمل ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ کبھی بھی نفس کے محاسبہ سے غفلت نہ کرے اور موت سے پہلے ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں۔

یہی صحیح توبہ ہے جو شرمندگی اور ندامت سے معمور ہے۔ ایسی توبہ ہی انسان کے شب و روز، افعال واعمال اور حالات وکیفیات کو بدل کرر کھ دیتے ہیں۔ رضائے الٰہی کا حصول اولین ترجیح بن جاتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِذِكْرِ اللهِ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللهُ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک کچھ لوگ یادِ الٰہی کی چابیاں ہیں کہ انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، من اسمہ عبد اللہ، عبد اللہ بن مسعود الھذلی، رقم10476)

کامل توبہ کے ثمرات

خدائے الرحمٰن اللہ عزوجل نے اپنے ان توابین بندوں کی صفات اور ان کی کامل توبہ جو خالص توبہ کے تمام مراحل اور آداب کے مطابق ہو ان کے انعامات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۞ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۞ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۞ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۞ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۞ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۞ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۞ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا[1]

ترجمہ: اور (خدائے) رحمٰن کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں، اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے سجدہ ریزی اور قیام (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں، اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (ہمہ وقت حضورِ باری تعالیٰ میں) عرض گزار رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا لے، بیشک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور دائمی) ہے، بیشک وہ (عارضی ٹھہرنے والوں کے

[1] الفرقان 25: 63-72

لئے) بُری قرار گاہ اور (دائمی رہنے والوں کے لئے) بُری قیام گاہ ہے، اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور **ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے**، اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) **کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں** جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے **اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں**، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گا، اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے، اور جس نے توبہ کر لی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف (وہ) رجوع کیا جو رجوع کا حق تھا، اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو کذب اور باطل کاموں میں (قولاً اور عملاً دونوں صورتوں میں) حاضر نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو (دامن بچاتے ہوئے) نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

گویا اللہ کریم نے رحمٰن کے بندے فرما کر مومنین کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے انہیں اعلیٰ شان سے مخاطب فرمایا۔ پھر اُن کی صفات میں عاجزی، جہلاء سے کنارہ کشی کرنا، شب بیداری، اللہ کریم کی رضا و مغفرت طلب کرنا، اعتدال و میانہ روی، غصب و جھوٹی گواہی سے بچنا وغیرہ کو بیان فرما کر انہیں اپنی محبوبیت کی سند دی۔

گویا رجوع کا حق ادا کرنے والے ہی رحمت کے حقدار قرار پائے اور اللہ نے یوں اپنی شان کے مطابق ان کو نوازا کہ انکی سیئات کو بھی حسنات سے بدل ڈالا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو (فرماتے ہوئے) سنا کہ کیا میں تمہیں تمہارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: تمہارے (میں سے) بہترین افراد وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، بَابُ مَنْ لَا يُؤْبَهُ لَهُ

کامل توبہ کا حصول

رحمتِ خداوندی کے حصول کیلئے توبہ واستغفار ہی ایک راستہ ہے۔ یہ باب ان امور پر روشنی ڈالے گا کہ کامل توبہ کے حصول کیلئے راستہ کیا ہے اور اس کو اختیار کرنے کیلئے کیا وسائل میسر ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ [1] الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ [2]

ترجمہ: اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا، جس نے (رحم مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) تجھے پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضاء سازی کے لئے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا۔

اللہ رب العزت نے انسان کو عزوشرف عطا کیا، زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ لاتعداد مخلوقات انسان کی خاطر تخلیق کیں، اور انسان کو اپنی بندگی کے لیے چنا۔

یہ خالق کی اپنی مخلوق سے محبت ہی تو ہے کہ اس کی خاطر دنیا کو لاتعداد نعمتوں سے 'کن' کہہ کر بنا ڈالا۔ اس تعلق کا اظہار رب کریم نے اپنے کلام میں متعدد جگہ پر فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو اپنی شان کے مطابق بلاکیف خود تخلیق فرمایا، پھر ایک اور مقام پر فرمایا

---

[1] الانفطار 82:6

[2] الانفطار 82:7

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ[1]

ترجمہ: (اللہ نے) ارشاد فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس نے اس (ہستی) کو سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے خود اپنے دستِ (کرم) سے بنایا ہے، کیا تو نے (اس سے) تکبّر کیا یا تو (بزعمِ خویش) بلند رتبہ (بناہوا) تھا۔

جب اتنی محبت سے تخلیق کیا تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ رب تعالیٰ انسان کی کوئی ضرورت تشنہ چھوڑ دیتا کہ رب تو کہتے ہی بھلا کرنے والے کو ہیں، پالنے والے کو ہیں۔

اس لیے رب کریم نے بنی نوع انسانی میں موجود خطا کے عنصر کے پیش نظر اس کے لیے ہدایت و رہنمائی اور رجوع کا بھی انتظام فرمایا اور یہ بات تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے رجوع الی اللہ اور حصول توبہ کے ذریعے سکھلا دی۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[2]

ترجمہ: پھر آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ لئے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

---

[1] ص38: 75

[2] البقرہ2: 37

سیدنا آدم علیہ السلام کے رجوع الی اللہ کو اس قدر پسند فرمایا کہ قیامت تک کے لیے نسل انسانی میں اس کا انعام جاری فرمادیا کہ جو کوئی بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اس سنت پر، اس طریق پر، اسی جذبے سے عمل کرے گا تو گویا اس کے گناہ یوں دھل جائیں گے کہ گویا آج ہی اس نے جنم لیا ہو۔

حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے نہ فحش بات کی اور نہ گناہ کا مرتکب ہوا تو اس دن کی طرح (گناہ سے پاک وصاف) ہوگا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

حج کا رکن اعظم یعنی کہ وقوف عرفہ اسی سنت آدم علیہ السلام کی ادائیگی ہی تو ہے۔

یہ تھی پہلی اور کامل توبہ جو اللہ نے خود اپنے بندے کو سکھائی، یہ تھی وہ توبہ کہ جس نے توبہ کی تمام شرائط وآداب نسلِ انسانی کے لیے واضح کر دیں جو کہ تفصیل سے بیان کی جاچکی ہیں۔ یہ باب کامل توبہ کے حصول کے ضمن میں ہی ہے۔

---

[1] اخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم: 1521، والسیوطی فی الجامع الکبیر، القسم الأول: الأقوال، حرف المیم، رقم: 21326

حصول توبہ کی تعلیم اور طریقہِ تعلیم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خالق کائنات نے پہلے وجودِ انسانی حضرت آدم علیہ السلام کو لباس بشریت میں تخلیق فرمایا، ان کو عزو شرف بخشتے ہوئے چند چیزوں کے نام سکھائے۔ سیکھنے، سکھانے کا سلسلہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی جاری فرمادیا گیا۔ اسی جہت نے انسان کو ملائکہ پر بھی فضیلت پانے کی استعداد سے نوازا

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ[1]

ترجمہ: اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیئے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بیشک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔

سیکھنے کے اس عمل میں تین عوامل کار فرما ہیں۔

1۔ وہ چیز جو سکھائی اور پڑھائی جا رہی ہے۔ یعنی معلومات

2۔ سکھانے والی ذات مبارکہ۔ یعنی کہ معلم (معلومات پہنچانے والا)

3۔ سیکھنے والی ہستی۔ یعنی کہ متعلم (جس کو معلومات پہنچائی جا رہی ہیں معلومات حاصل کرنے والی

[1] البقرہ 2: 31-32

آسان الفاظ میں، علم، استاذ، شاگرد، اور ان کے مابین ایک تعلق جس کے نتیجے میں شاگرد استاذ سے فیض یاب ہو سکے، یہی وہ طریق ہے جو ابتدائے نسل انسانی سے اختیار کیا گیا اور اسی قاعدہ کو جاری فرماتے ہوئے انبیائے کرام کا سلسلہ جاری فرمایا کہ وہ انسانوں تک روشنی پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔

استاذ، رہبر کا رشتہ، یہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ نعمت اس کے لیے ایمان، صراطِ مستقیم، رجوع الی اللہ، توبہ، حصول بندگی اور باقی ہر ہر نعمت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ استاذ کی اس عظیم نعمت کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[1]

ترجمہ: بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

لاتعداد نعمتوں سے نوازتے ہوئے کبھی ان کا ذکر یوں نہیں فرمایا کہ یہ میں نے تم پر احسان کیا، مگر نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہوئے خبردار کیا کہ اس عظیم نعمت کو ہلکا جاننے کی جسارت نہ کرنا، یہ میرا احسان ہے کہ میں نے تم میں ایسا کامل رہبر ورہنما بھیجا ہے۔ جو علم کی ہر جہت میں کامل واکمل ترین ہے۔ یہ رہبر کامل تمہیں نہ صرف میری آیتوں کے ذریعے میرے احکامات پہنچاتا ہے بلکہ

---

[1] آل عمران3: 164

اسکی سنگت، صحبت اور نورانی توجہ دلوں کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ کر کے بندے کو توبہ اور بندگی میں ڈھالتی ہے اسکے نتیجے میں احکامات خدا بندے کی طبیعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ انکی حکمت بندے کے دل میں اس طرح اتر جاتی ہے گویا کہ شریعت مطہرہ پر بلا تکلف عمل فطرت ثانیہ بن جاتا ہے۔

تزکیہ و تصفیہ، رجوع الی اللہ اور حصول توبہ کے لیے استاذ، رہبر، راہنما، مرشد و مربی کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ابوالانبیاء، خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی آنے والی قوم کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ انکو بندگی سکھانے اور توبہ والا بنانے کے لیے ان میں برکت والا عظیم المرتبت رسول بھیج جس کی صحبت انکو توبہ والا، بندگی والا، تزکیہ و علم و حکمت والا بنادے۔

ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[1]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول ﷺ مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

---

[1] البقرۃ، 2: 129

قرآن پاک کے عظیم الشان فرمان کے مطابق توبہ میں آنے یعنی کہ کھلی گمراہی سے نکلنے کے لیے احکامات خدا کے علم کے ساتھ ساتھ باطن اور قلوب وزبان کا تزکیہ وتصفیہ ضروری ہے۔ یہ تزکیہ وتصفیہ کامل واکمل استاذ، رہبر، راہنما، مرشد کے بغیر ممکن نہیں انکی صحبت پر اثر اور نگاہ توجہ بندے کو توبہ نصیب کرتی ہے اور احکامات خدا کو طبیعت کا حصہ بناتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّینَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَكِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ[1]

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (با عظمت) رسول ﷺ کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ تمہیں گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی تک پہنچانے کیلئے ایسا کامل معلم ﷺ عطا کیا جو علم وہدایت عطا کرنے والا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِیكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ یَتْلُو عَلَیْكُمْ آیَاتِنَا وَیُزَكِّیكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[2]

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا وقلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی

---

[1] الجمعة 62: 2

[2] البقرة 2: 151

تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اَسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

یعنی کے اللہ کے سامنے سرخروئی و کامیابی حاصل کرنے، یعنی کہ توبہ و بندگی میں آنے اور گمراہی سے نکلنے کے لیے اللہ نے احسان کرتے ہوئے امت کی آسانی کے لیے اپنا خاص بندہ اور رسول بھیج دیا جسکی نسبت، سنگت و صحبت بندوں کے دلوں کو توبہ، خشیہ الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے مزین کر کے ہدایت یافتہ بنادیتی ہے۔

طریقۂ تعلیم و تربیت

انسان کو اللہ نے سیکھنے کی صلاحیت سے معمور کیا ہے۔اس کے لیے انسان کو حواس خمسہ عطا کیے ہیں۔ دیکھنے، سننے، محسوس کرنے، چکھنے، سونگھنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے، جس کا استعمال کر کے یہ اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔ فقط علم حاصل کر لینا، جان لینا نفع بخش نہیں ہوتا کہ یہ معلومات حاصل کرنا ہے۔ علم کو عمل میں ڈھالنے کے لیے ایک اور جہت کی حاجت پھر بھی رہتی ہے اور وہ ہے طبیعت کا میلان، دل کا لگاؤ، جس طرح معلومات کی آماجگاہ ذہن ہے اسی طرح میلان، لگاؤ، چاہت، محبت کا مرکز دل ہے۔

جیسا کہ کریم آقا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: الحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى المُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ: كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلاَ

وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ[1]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً، وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ[2]

ترجمہ: ہر چیز کیلئے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی ذکر اللہ ہے۔

---

[1] صحیح المسلم، کتاب البیوع، باب أخذ الحلال وترك الشبهات، رقم: 1599

[2] رواه البیهقی فی الدعوات الکبیر، باب ما جاء فی فضل الدعاء والذکر، رقم: 19، کنز العمال، الکتاب الثانی من حرف الهمزة: فی الأذکار من قسم الأقوال، الباب الأول: فی الذکر وفضیلته، رقم: 1777

جب تک کہ معلومات جو انسان نے اپنے حواس بروئے کار لاتے ہوئے حاصل کی ہیں اس کے دل کو نہ بھی جائیں، طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہو جائے، وہ اس کے عمل کا حصہ نہیں بنتی، گویا نفع بخش نہیں ہوتی۔

استاذ کے کامل ہونے کا انحصار بھی اسی پر ہے کہ وہ ہر جہت پر یوں عبور رکھتا ہو کہ نہ صرف معلومات سے ذہن کو منور کر دے بلکہ ان کی حکمت کھول کر ذہن میں بٹھا دینے کے ساتھ ساتھ انہیں دل کا حصہ بنا کر اس پر علم کے ساتھ یوں مزاج آشنائی پیدا کر دے کہ وہ ذات کا حصہ بن کر علم کی صورت میں جھلکنا دکھائی دینے لگے۔ یہ امر زندگی کے ہر پہلو میں کار گر ہے۔ توبہ کے حصول کیلئے بھی یہی اصول کار فرما ہے کیونکہ توبہ تو وہ فعل ہے جو ذہن سے کچھ بڑھ کر دل کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہے۔ چونکہ جذبات و احساسات کا ماخذ دل ہے اور توبہ کی شروعات، اعترافِ خطا کے ساتھ ہی ندامت و شرمندگی کا احساس پیدا ہونے سے ہے۔

مربّی اور رہبر (مرشد کامل) کی صحبت

کامل و اکمل رہبر سے نوازنے اور ان کی صفات بیان کرنے کے بعد خالق کائنات نے ان سے بہرہ مند ہونے کا یہ اسلوب سکھایا کہ ہر نعمت کے حصول کا ذریعہ آقا کریم ﷺ کی ذات کو قرار دیا۔

توبہ کے حصول کیلئے، توبہ سکھانے کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرنے کا حکماً ارشاد فرماتے ہوئے کہا

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا[1]

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

توبہ حاصل کرنے کا جو طریق نص قرآنی سے ثابت ہے، اس میں صراحتاً اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ اگر تم سے کوئی نافرمانی سرزد ہو جائے تو اللہ کی طرف رجوع کرو۔ رجوع کرنے کے لیے طریقہ کیا بیان ہوا۔ یہ کہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاؤ، رحمت للعالمین ﷺ کے حضور پیش ہو جاؤ کہ خالق کی رحمت حاصل کرنے کا دروازہ اور وسیلہ یہی در ہے۔ یہاں آکر جب اللہ کی رحمت کے طلب گار بنو گے تو ضرور تمہارے حق میں شفاعت قبول ہو گی اور تم ضرور بہ ضرور خالق کو مائل بہ کرم، توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاؤ گے۔ امام اہلسنت نے یہ نکتہ کچھ یوں سمجھایا کہ

جس کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا
سب ہیں تیرے گدا یا نبی مصطفیٰ ﷺ

یہاں تک کہ کامل ترین توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کو بھی اسی توسل سے شرف قبولیت حاصل ہوا۔

---

[1] النساء4: 64

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللهُ: يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ: يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ، فَقَالَ اللهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ کے حضور معروضہ کیا: اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم (حضرت) محمد ﷺ کو کیسے جانتے ہو ابھی تو وہ دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ قوائم عرش پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا ہوا پایا، تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہیں کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے

---

[1] مستدرك على الصحيحين، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، ومن كتاب آيات رسول الله صلى الله عليه وسلم التي هي دلائل النبوة، رقم: 4228

پسندیدہ و محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں ضرور تم کو مغفرت عطا کرونگا، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حصول توبہ کے لیے طرز عمل

صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے حالات پر نظر ڈالیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح وہ باقی قرآنی احکامات پر کامل طور پر عمل پیرا ہوتے تھے اسی طرح اس حکم کو بھی انہوں نے لازم پکڑا اور اگر کبھی بشری تقاضوں کے پیش نظر کوئی خطاء سرزد ہو جاتی تو فوراً بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر رجوع الی اللہ کرتے، توبہ کی بیان کردہ شرائط کے عین مطابق اسلوب اختیار کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ کی صحبت مبارکہ میں حاضر ہو کر یوں پشیمان ہوتے کہ اللہ کی رحمت ان پر نچھاور ہو جاتی۔

توبہ کی بیان کردہ شرائط میں سے ہر ہر شرط صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل میں پائی جاتی تھی۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ اس توبہ کو شرف قبولیت ملے گا تو صرف بارگاہ نبوت ﷺ کے توسل سے ہی ملے گا۔ کیونکہ آقا کریم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَخْطُبُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ يُرِدْ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا **أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللّٰهُ** وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ[1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی لا تزال طائفۃ من أمتی ظاهرین علی الحق، رقم: 7312

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو (یا یہ فرمایا) یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ بعینہٖ اس حدیث شریف کے مطابق ہی ہوا کرتا تھا۔

مثال: اعترافِ خطاء ندامت و شرمندگی

انسان سے خطا کا سرزد ہو جانا بعید از امکان نہیں۔ مگر خطا کے سرزد ہونے کے بعد اس غلطی کا اعتراف صدقِ دل سے کرنا اور اس پر شرمسار ہونا ہی اعلیٰ صفات ہیں کہ جس کیلئے جا بجا فرمان خداوندی اور احادیثِ مبارکہ وارد ہیں۔ اس مضمون سے وابستہ کتبِ حدیث میں ایک واقعہ کچھ یوں درج ہے۔:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي عَالَجْتُ امْرَأَةً فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَإِنِّي أَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُونَ أَنْ أَمَسَّهَا فَأَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ نَفْسَكَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا دَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ

وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللهِ هَذَا لَهُ خَاصَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کے پاس آیا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے مدینہ کے آخری حصے میں ایک عورت کو قابو کر لیا اور اس کے علاوہ کہ میں اس سے جماع کروں میں نے اس سے اور سب کچھ حاصل کر لیا۔ تو (اب) میں آپ کے سامنے حاضر ہوں، آپ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ نے تمہارا پردہ رکھا، کاش! تم خود بھی اپنا پردہ رکھتے۔ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ تو (کچھ دیر بعد) وہ شخص اٹھا اور چل دیا۔ نبی ﷺ اس کے پیچھے ایک آدمی بھیج کر اسے بلایا اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھی: دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو، بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے یاددہانی ہے جو اچھی بات کو یاد رکھنے والے ہیں۔ اس پر لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: اللہ کے نبی! کیا یہ خاص اسی کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے۔

اب حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے جا کر نبی کریم ﷺ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس تم نے ایک غازی مرد کی اس غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے یہ سن کر اپنے آپ کو جہنم میں سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا

[1] اخرجه المسلم فی الصحیح، کتاب التوبة، باب قوله تعالى: إن الحسنات يذهبن السيئات، رقم: 2763، والبيهقي في السنن الكبرى، كتاب الحدود، باب من أصاب ذنبا دون الحد ثم تاب وجاء مستفتيا، رقم: 17805

کہ کاش میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکالی۔ اس وقت جبرئیل یہ آیت لے کر اترے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ[1]

ترجمہ: اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

مثال: ترک معصیت اور اصلاح احوال

رحمتِ عالم ﷺ کی صحبت مبارکہ سے فیض پانے کے باعث، یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم سے مستفیض ہو کر ان کے قلوب یوں روشنی پا چکے تھے کہ ان پر معصیت و نافرمانی کی ماہیت حقیقتاً واضح ہو چکی تھی۔ ان کو گناہ نجس محسوس ہوتا تھا اس برا محسوس ہونے کی بنا پر دل نافرمانی سے یوں اچاٹ ہوئے تھے کہ پھر کسی دنیاوی فائدہ کی کشش ان کو اس طرف دوبارہ نہ کھینچ سکی۔

حدیث مبارکہ میں بیان ہوتا ہے۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَتَّجِرُ بِالْخَمْرِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّهُ أَقْبَلَ مِنَ الشَّامِ وَمَعَهُ خَمْرٌ فِي الزِّقَاقِ يُرِيدُ بِهَا التِّجَارَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي جِئْتُكَ بِشَرَابٍ جَيِّدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا كَيْسَانُ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ

[1] ھود 11: 114

بَعْدَكَ قَالَ أَفَأَبِيعُهَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ وَحُرِّمَ ثَمَنُهَا فَانْطَلَقَ كَيْسَانُ إِلَى الزِّقَاقِ فَأَخَذَ بِأَرْجُلِهَا ثُمَّ أَهْرَقَهَا[1]

ترجمہ: حضرت کیسان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے دور میں شراب کی تجارت کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ شام سے واپس آئے تو ان کے ساتھ شراب کے بہت سے مٹکے تھے جو تجارت کے ارادے سے وہ لائے تھے، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے پاس بڑی عمدہ شراب لے کر آیا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیسان! وہ تو تمہارے پیچھے حرام ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اسے بیچ سکتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: شراب بھی حرام ہو چکی اور اس کی قیمت بھی، چنانچہ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ واپس آئے اور پاؤں سے ٹھوکریں مار مار کر ان مٹکوں کو توڑ ڈالا اور شراب بہادی۔

غور کریں کہ پہلے پہل ان کا کسب ہی شراب کی تجارت سے تھا مگر حکم سنتے ہی دل نے اسی طرح تسلیم کیا کہ ایک لمحہ کو بھی یہ نہ سوچا کہ یوں تو سارا ہی سامانِ تجارت غارت ہوا چاہتا ہے۔ دل نے نجس تسلیم کیا، طبیعت ایسی اچاٹ ہوئی کہ دوبارہ اس کی طرف مائل ہو کر کوئی مادی فائدہ حاصل کرنا بھی گوارا نہ گیا۔

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث كيسان، رقم: 18960، ومعجم الاوسط للطبرانی، باب الباء، من اسمه بکر، رقم: 3125

اس ضمن میں حدیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَأَبَا دُجَانَةَ فِي رَهْطٍ مِنْ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ فَقَالَ حَدَثَ خَبَرٌ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ فَكَفَأْنَا قَالَ وَمَا هِيَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الْفَضِيخُ خَلِيطُ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ قَالَ وَقَالَ أَنَسٌ لَقَدْ حُرِّمَتْ الْخَمْرُ وَإِنَّ عَامَّةَ خُمُورِهِمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخُ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دجانہ رضوان اللہ علیہم اور کچھ دوسرے انصاری لوگوں کو گدر کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ایک نیا حکم جاری ہوا ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم اتر آیا ہے۔ ہم نے شراب انڈیل دی، حالانکہ وہ اس دن کچی کھجوروں اور خشک کھجوروں کو ملا کر تیار کی گئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شراب حرام کی گئی تو لوگوں کی عام شراب کھجوروں سے تیار کردہ تھی۔

ترک معصیت اور اصلاح احوال ان کے شب و روز کا حصہ بن جانا، اس صحبت مبارکہ سے حاصل کردہ تزکیہ باطن کا مرہون منت تھا۔ نور نبوت سے دلوں کے منور ہو جانے کا اعجاز تھا کہ وہ حکم سننے سے پہلے اس پر عمل پیرا ہونے کو تیار ہوا کرتے تھے اور معلومات حاصل ہوتے ہی فوراً عمل میں نہ صرف جھلکنے لگتی تھی بلکہ وہ دائمی طور پر مزاج کا حصہ بن کر خود بخود استقامتِ احوال کی منزل کو پہنچ جایا کرتے تھے۔

[1] اخرجه النسائي في السنن، كتاب الأشربة، ذكر الشراب الذي أهريق بتحريم الخمر، رقم: 5033

مثال: استقامتِ توبہ

پیر کامل ﷺ کی صحبت اور تربیت یافتہ مکرم حضرات کی مبارک حیات ہمارے لئے راہنمائی کا چراغ روشن کئے ہوئے ہے کہ توبہ کس طرح رحمت خداوندی کا رخ بندے کی طرف پھیرتی ہے۔ شرط یہی ہے کہ توبہ واقعتاً سچی توبہ کی کسوٹی پر پوری اترنے والی ہو۔

قرآن حکیم کی سورۃ التوبہ میں تین صحابہ کرام کی قبولِ توبہ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وعلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[1]

ترجمہ: اور ان تینوں شخصوں پر (بھی نظرِ رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تا کہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بیشک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔

اس توبہ کا تعلق تین صحابہ سے ہے جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آیا۔ اُس وقت مسلمان طرح طرح کی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت

[1] التوبہ9: 118

گرمی کا موسم تھا۔ سفر بڑا طویل اور جانگسل تھا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔ صرف ایک کھجور پر ہی رات بسر کرنا پڑتی۔ پانی اتنا کمیاب تھا کہ اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹ میں جو پانی ہوتا اس سے پیاس کو بجھاتے۔ حالات کی سنگینی کی وجہ سے بعض مخلص مسلمان بھی لڑکھڑا گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں جو روایت درج ہے، اس کے راوی خود ان تینوں میں سے ایک صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ متفق علیہ روایت کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

جن دنوں غزوہ تبوک کے لیے تیاری ہو رہی تھی میری صحت اور مالی حالت بہت اچھی تھی۔ جمعرات کے دن حضور نبی اکرم ﷺ اپنے تیس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ چند ضروری کاموں سے جلدی جلدی فارغ ہو کر لشکر کے ساتھ جا ملوں گا۔ پہلا دن بھی گزر گیا لیکن مجھے ان کاموں سے فراغت نہ ہوئی۔ دوسرا دن، پھر تیسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا لیکن میں فارغ نہ ہوا۔ جب کئی دن گزر گئے تو میں نے خیال کیا کہ اب تو لشکر بہت دور چلا گیا ہو گا اور اب میرا جانا بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے لشکر کے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں بازار جاتا تو مجھے ان لوگوں کے سوا جو نفاق کی تہمت سے متہم تھے یا جو معذور تھے اور جنگ میں شرکت کے قابل نہ تھے، اور کوئی مسلمان دکھائی نہ دیتا۔ مجھے اپنی اس حرماں نصیبی پر بڑا دکھ ہوتا۔ ایک بار خیال آیا بھی کہ اگرچہ تاخیر ہو گئی ہے پھر بھی چلا جاتا ہوں۔ کاش میں ایسا کرتا! لیکن ایسا نہ کر سکا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کے حضور نبی اکرم ﷺ کے بخیر و عافیت واپس آنے کی اطلاعات آنے لگیں۔ مجھے رنج و غم نے آ لیا۔ میں سوچنے لگا کہ بارگاہِ رسالت میں اپنی اس غیر حاضری کے لیے کیا عذر پیش کروں۔ خود بھی غور

وخوض کیا اور دیگر سے بھی مشورہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو یکا یک تذبذب کی کیفیت جاتی رہی اور دل میں ٹھان لیا کہ سچ سچ عرض کر دوں گا اور اس بارگاہ میں اگر پناہ مل سکتی ہے تو سچ سے ہی مل سکتی ہے، جھوٹ بول کر تو مزید اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے ہاں قدم رنجہ فرماتے اور اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں کو زینت بخشتے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ مسجد تشریف لے آئے اور نفلوں سے فارغ ہو کر بیٹھے تو منافقین گروہ در گروہ حاضر ہو کر جھوٹے بہانے پیش کرنے لگے اور حضور نبی اکرم ﷺ ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تفویض کر کے ان کی ظاہری عذر داریوں کو قبول فرما لیتے۔ مجھے بھی بعض لوگوں نے ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی حرماں نصیبی کی سچی سچی داستان عرض کر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے میری عرض گزاشت کو سن کر فرمایا:

أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ[1]

ترجمہ: اس نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے۔ جاؤ! اٹھو تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

کئی لوگوں نے مجھے بڑی سرزنش کی کہ تم نے صاف گوئی سے کام لے کر اپنے آپ کو مصیبت میں گرفتار کروا دیا۔ میں نے خیال کیا کہ واپس جا کر کوئی عذر پیش کروں لیکن پھر معاً یہ خیال آیا کہ ایک گناہ تو یہ کیا کہ جہاد میں شریک نہیں ہوا اور دوسرا گناہ یہ کروں کہ بارگاہ نبوت میں

[1] البخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک وقول اللہ عزوجل وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا، رقم: 4418، و صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، رقم: 2769

جھوٹ بولوں، میں یہ جرأت ہرگز نہیں کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ کسی اور کو بھی اسی قسم کا حکم ملا ہے تو بتایا گیا ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کو بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ اب ہمارے ساتھ نہ کوئی ہم کلام ہوتا تھا اور نہ ہی ہمارے سلام کا کوئی جواب دیتا۔ ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہی نہیں جو پہلے تھے اور جن کو ہم جانتے تھے۔ یہ وہ دیس ہی نہیں ہے جس میں ہم نے عمر گزاری بلکہ یہ کوئی نیا دیس ہے۔ جس کے کوچہ و بازار اور در و دیوار ہمارے لئے بالکل غیر مانوس ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ کھائے جارہا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی اور نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ نہ پڑھائی تو کیا بنے گا۔ میرے دو دوسرے ساتھی تو رات دن گریہ وزاری میں گزار دیتے۔ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ انہوں نے تو باہر نکلنا ہی بند کر دیا تھا۔ میں کبھی کبھی بازار آتا لیکن نہ کوئی مجھے سلام کہتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک دن میں لوگوں کی سرد مہری سے مایوس ہو کر اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا جو اس وقت اپنے باغ میں تھا۔ مجھے اس سے بڑی محبت تھی۔ میں نے سلام دیا اس نے جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا اے بھائی کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ چپ رہا۔ میں نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا وہ بولا تک نہیں۔ آخر چوتھی بار جب میں نے اسے یہی بات کہی تو اس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ اُس وقت بے اختیار میرے آنسو بہہ نکلے اور میں وہاں سے شکستہ دل واپس چلا آیا۔ میں بازار سے گزر رہا تھا کہ شاہِ غسان کا ایک ایلچی مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے اشارہ سے اسے میری طرف متوجہ کیا کہ یہ کعب ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ وہ میرے قریب آیا اور مجھے اپنے بادشاہ کا خط دیا۔ اس نے خط میں مجھے لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے صاحب نے تجھ پر بہت جفا کی ہے اور تیرے ساتھ ناروا سلوک کیا جارہا

ہے۔ تو ایسا نہیں کہ تیری توہین کی جارہی ہے۔ تو میرے پاس آ جا، دیکھ میں کس طرح تیری قدر دانی کرتا ہوں۔ یہ پڑھ کر میں آگ بگولا ہو گیا اور میں نے اس خط کو نذر آتش کر دیا اور اسے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہنا کہ اس خط کا میرے پاس یہی جواب تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میری بد بختی ملاحظہ ہو کہ اب ایک کافر کہ جرأت ہو رہی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔ اس رنج والم میں چالیس دن گزر گئے۔ چالیسویں دن حکم ہوا کہ ہم اپنی بیویوں سے بھی الگ رہیں چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی جایا کرتا تھا اور حضور اکرم ﷺ کو سلام عرض کیا کرتا اور پھر یہ دیکھتا کہ کیا لب مبارک کو جنبش ہوئی ہے۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو سرورِ دو عالم ﷺ اپنی نگاہِ لطف کو میری طرف مبذول فرماتے اور جب میں فارغ ہوتا تو اعراض فرما لیتے۔ یہ لمحے میرے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ پچاسویں رات کو ہماری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی۔ صبح کی نماز کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا۔ صحابہ کرام ﷺ دوڑے ہوئے مبارک دینے آئے۔ سب سے پہلے جس نے مجھے یہ مژدہ جاں فزا سنایا وہ حمزہ الاسلمی تھے۔ میں نے فرطِ مسرت میں اپنے دونوں کپڑے اتار کر ان کی نذر کر دیئے۔ پھر میں بارگاہِ مصطفٰی ﷺ میں حاضر ہوا۔ سب احباب جوق در جوق مجھے مبارک باد دینے آرہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ اور منور ہو جاتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس علامت کو پہچانتے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے یہ تیری زندگی کا بہترین دن ہے، مبارک ہو۔[1] میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول بے شک اللہ نے مجھے سچائی کے

[1] تفسیر ضیاء القرآن

ذریعہ نجات عطاء فرمائی ہے اور میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا کبھی سچ کے علاوہ بات نہ کروں گا۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میری زندگی باقی ہے اللہ مجھے محفوظ رکھے گا۔

یہ ان تین پاک بازوں کا ذکر ہے جنہوں نے منافقوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی جناب میں جھوٹ بولنے کی گستاخی نہیں کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی نگاہِ لطف وعطا ان کی طرف مائل ہوئی اور ایسا ابر رحمت بخشا کہ قیامت تک ان کی توبہ کا ذکر متن قرآن بن گئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

(الفتح، 48 : 10)

(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ (بلا کیف) ہے۔ پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہو گا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا

آنے والی امت کے لیے حصول توبہ کا ذریعہ نسبت وصحبت صالحین (مرشد کامل)

توبہ کے حصول اور رجوع الی اللہ کے لیے صحبت مبارکہ اختیار کرنے کا حکم نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام کو اذ جاؤک فرما کر توبہ کیلئے حضور ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی طریق آنے والی امت کے لیے بھی قرآنی نص کے عین مطابق حکم جاری فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو،

ایمان والوں کو خطاب فرمایا گیا کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، ڈرتے رہو توبہ کی حالت میں رہو اور یہ حالت کیسے میسر آئے گی؟ بتادیا گیا کہ صادقین، سچوں، صالحین، اللہ والوں کی نسبت وصحبت میں رہو یہ نسبت سنگت وصحبت تمہارے دلوں کو تقویٰ والا بنا کر توبہ سے مزین رکھے گی۔ ارشاد پاک میں لفظ **کونوا** کا ذکر آیا۔ یہ فعل امر ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ اپنے آپ کو اولیاء اللہ اور صالحین کی نسبت وسنگت میں رکھو تا کہ توبہ اور رجوع الی اللہ تمہارے دلوں کا حصہ بنا رہے۔

مزید فرمایا گیا:

إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں (یعنی نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہے۔

---

[1] التوبہ 9: 119

[2] الاعراف 7: 56

واضح طور پر فرمایا گیا کہ رحمت کی تلاش ہو تو محبین اور عارفین کے قرب میں چلے آؤ۔ اور پھر ان صادقین کی صحبت کو لازم پکڑے رہو۔ ان کی سنگت دائمی طور پر اختیار کیے رکھو تاکہ رحمتوں کا رخ تمہاری جانب رہے اور تمہیں توبہ نصیب رہے، خشیت الٰہی تمہارے قلوب کا حصہ رہے۔ تاکہ ترکِ معصیت اور اصلاح احوال بلا تکلف عمل میں جاری ہو سکے۔

صحابہ کرام کی زندگیوں میں انقلاب آقا کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے تھا۔ پیرِ کامل کے ساتھ نسبت اختیار کرنے اور اس فیض رساں صحبت کو اختیار کئے رکھنے کا اعجاز تھا کہ انہیں رضائے الٰہی کی سند عطا ہوئی اور قرآن میں متعدد مقامات پر انہیں رضی اللہ عنہ سے پکار کر یہ اعزاز عطا کیا گیا۔ سلسلہ نبوت پورا ہونے کے بعد بھی توبہ اور بندگی کے حصول کا یہی طریق جاری رہا اور قیامت تک جاری رہنے والا ہے۔

آقا کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام سے تابعین اور پھر ان سے تبع تابعین نے یوں ہی نسبت اختیار کی، صحبت سے فیض پایا اور مقصد حیات یعنی بندگیِ خداوندی حاصل کی رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ آنے والی امت کے لیے یونہی جاری وساری کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيلَ تَسُوْسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.[1]

[1] اخرجه بخاری فی الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: 3455

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔

ہادی دو عالم ﷺ نے اپنے سچے وارثین سے نسبت اختیار کرنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کا واضح حکم دیا اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یوں بھی ارشاد فرمایا:

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو علماء کی صحبت میں بیٹھا تحقیق وہ میری صحبت میں بیٹھا اور جو میری صحبت میں بیٹھا یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھا۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ التَّوْبَةِ اجْلِسُوا إِلَى التَّوَّابِينَ فَإِنَّهُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً[2]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ علماء کی مجالس میں بیٹھو کیونکہ انکے دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔

---

[1] کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول فی الترغیب فیہ

[2] احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد و تفصیل احیاء اللیل، رقم: 132

ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [1]

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں۔

اللہ سے وہی ڈرتے ہیں اور توبہ میں رہتے ہیں جو اللہ کی حقیقی پہچان رکھتے ہی۔ یہاں پر العلماء میں ال تخصیص کے لیے آیا ہے یعنی صرف ظاہری ودنیاوی علم والا نبی کا وارث نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت سے مزین، رسول اللہ ﷺ کے سینے والے نور ایمان ومعرفت الٰہی کے حاملین علماء کی بات فرمائی گئی۔

علم کی وراثت کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ [2]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے یہ علم تو نفع دیتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان کے اوپر ہوتا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی دلیل وحجت ہے اپنے بندوں پر۔

[1] الفاطر 35: 28

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبینا ﷺ فی الزھد رقم 34361؛ البیھقی فی شعب الایمان، رقم 1686؛ مشکاۃ المصابیح، رقم 270؛ سنن الدارمی، رقم 374؛ الترغیب والترھیب، رقم 139؛ الزھد والرقائق لابن مبارک، رقم 1161

علم کی دونوں جہات کی بات کی گئی۔ یتلوا علیھم والے پہلو کے ساتھ ساتھ یزکیھم کو بھی شامل رکھا گیا یہ کہ قلب کا علم تزکیہ و تصفیہ کا ذریعہ اور حصول توبہ کا طریقہ ہے۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کے سچے اور کامل وارثین کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔

چودہ سو سال کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سلسلہ رشد وہدایت معلم کائنات کے ارشاد کے عین مطابق ہی نظر آیا۔

قیامت تک کے لیے ہدایت کے نور سے دلوں کو مزین کرنے کا یہ سلسلہ حضور ﷺ کے خلفاء اور مقربین کے ذریعے رب رحیم نے یوں جاری فرمادیا کہ جو کوئی بھی نسبت اختیار کرتا گیا، صحبت میں قائم رہا، توبہ، اصلاح احوال اور استقامت اس کا مقدر بنی اور وہ حقیقی معنی میں بندگی میں ڈھلتا گیا۔ کیونکہ یہ صحبت بعینہ اسی طرح ان کو ہدایت کی تینوں جہتوں سے نوازتی تھی جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے سامنے حاصل کی تھی۔

معلومات، ان کا فہم وحکمت اور پھر سب سے بڑھ کر تزکیہ باطن، یہ بنیادی ستون ہیں جن پر قصرِ ہدایت قائم ہے۔ ان میں سے ایک کی بھی غیر موجودگی سے باقی بھی اپنا وزن کھو دیتی ہیں۔

معلومات حاصل ہو جانے کے بعد ان کا فہم حاصل ہونا، اس کی گہرائی کو واضح کرتا ہے، ان کی حکمت حاصل ہونے سے "مراد بہ" کا شعور وادراک حاصل ہوتا ہے۔

مگر یہ علم نافع تب تک نہیں جب تک یہ عمل میں شامل نہ ہو جائے۔ عمل کا تعلق چونکہ دل سے ہے تو عمل میں شامل ہونے کی شرط یہ ہے کہ دل اس پر مائل اور راضی ہو۔ اور دل کو معلومات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ "تزکیہ" ہے کہ یہ وہ آلہ ہے جو طبیعت کی علم کے ساتھ مناسبت قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ طبیعت کی یہ مناسبت شریعت کے ساتھ مزاج آشنائی

پیدا کرتی ہے کہ شریعت مطہرہ بلا تکلف عمل میں رائج ہو جاتی ہے۔ علم اور عمل کے مرحلے سے گزر کر اخلاص حاصل ہوئے بغیر ہدایت کامل نہیں۔

اللہ نے اپنے فضل سے ہدایت کا یہ سلسلہ اولیائے کرام کی شکل میں قیامت تک کے لئے جاری فرمایا ہے اور یہ حاصل کرنے کے لئے نسبت اور سنگت اختیار کرنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ رضی الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ بُدَلَاءَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَا صِيَامِهِمْ، وَلَكِنْ دَخَلُوهَا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَسَخَاوَةِ أَنْفُسِهِمْ[1]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میری امت کے ابدال جنت میں کثرت نماز اور روزہ کے سبب داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے صدور کی سلامتی اور نفوس کی سخاوت کے سبب وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضور ﷺ نے مومنین، صالحین کی سنگت، صحبت اختیار کرنے اور ان کے ساتھ ہی تعلق اور واسطہ رکھنے کا حکم فرمایا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ[2]

[1] شعب الایمان، فصل فی زیارۃ القبور ،الجود و السخاء، الحدیث رقم 146 : و المنذری فی اترغیب و الترھیب ؛ الجزء3، کتاب الأدب وغیرہ الترغیب فی الحیاء وما جاء فی فضلہ والترھیب من، ؛ الرقم: 4387

[2] الزھد والرقائق لابن المبارك والزھد لنعیم بن حماد، باب جلیس الصدق وغیر ذلك، رقم: 364

ترجمہ: حضرت ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: صرف مومن کی سنگت ہی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ، يَدْفَعُ اللهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّهُمْ لَمْ يُدْرِكُوهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَبِمَ أَدْرَكُوهَا قَالَ: بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: میری امت میں چالیس آدمی (ابدال) ہمیشہ رہیں گے جن کے دل قلب ابراہیمی (علیہ السلام) کی مانند ہوں گے ان کے صدقے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب ٹالے گا انہیں ابدال کہا جائے گا پھر حضور نبی اکرام ﷺ نے فرمایا انہوں نے یہ ابدالیت والا رتبہ کثرت صوم وصلوت اور صدقے کے ذریعے نہیں ملا صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ پھر کس چیز کے ذریعے انہوں نے یہ رتبہ پایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سخاوت اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے ذریعے۔

سلف صالحین، اکابرینِ امت کے نسبت اور صحبتِ مرشد کامل کے بارے میں فرامین

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت کا یہ سلسلہ اولیائے کرام علیہم الرحمہ کی شکل میں قیامت تک کے لئے جاری فرمایا ہے اور یہ حاصل کرنے کے لئے نسبت اور سنگت اختیار کرنے کا

[1] المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، باب عبداللہ بن عباس، رقم: 10390

حکم جاری فرمایا ہے۔ صلحاء امت، علماء ملت یعنی اکابرین صوفیاء کے اقوال سے صحبت صالح و معیت صالح کی اہمیت نہایت واضح ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں[1]۔

ترجمہ: اے محترم اضافی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں پہنچنا ہے۔ لیکن چونکہ طالب شروع سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے۔ جبکہ ذات باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بلند ہے۔ اس لئے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں۔ لہذا اس کے راستے سے باخبر اور راستے کو صحیح دیکھنے والے پیر کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔

اسی طرح حضرت شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کا قول ہے

> مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ[2]
>
> ترجمہ: جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية میں سید علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں[3] کہ، جس کا کوئی استاذ (مرشد) نہیں اس کا کوئی مولی (مددگار)

---

[1] مکتوب نمبر 159 دفتر اول حصہ سوم

[2] الرسالہ القشیریہ ص238

[3] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

نہیں اور جس کا کوئی مولیٰ نہیں شیطان اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی مولیٰ نہ ہو حق تعالیٰ اس کے ساتھ یوں معاملہ کرتا ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد خداوندی ہے

وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ[1]

ترجمہ: اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

فقیہ عبد الواحد بن عاشر علیہ الرحمۃ اپنی منظوم کتاب "المرشد المعین" میں صحبت شیخ کی اہمیت اور اس کی تاثیر کے بارے میں فرماتے ہیں [2]۔

عارف کامل کی صحبت اختیار کر وہ تمہیں بلا کر راستے سے بچائے گا اس کا دیکھنا تمہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد دلائے گا اور وہ بڑے نفیس طریقے سے نفس کا محاسبہ کراتے ہوئے اور خطرات قلب سے محفوظ فرماتے ہوئے تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملا دے گا۔ اس کی صحبت کے سبب تمہارے فرائض، نوافل محفوظ ہو جائیں گے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ ذکر کثیر کی دولت میسر آئے گی اور وہ اللہ عزوجل سے متعلقہ سارے امور میں تمہاری مدد کرے گا۔

علامہ محدث طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں [3]، کوئی عالم علم میں کتنا ہی معتبر یا یکتائے زمانہ ہو۔ اس کیلئے صرف علم پر قناعت کرنا اور اسے کافی سمجھنا مناسب نہیں۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ مرشد کامل کی مصاحبت اختیار کرے تاکہ وہ اس کی راہ حق کی طرف راہنمائی کرے۔

---

[1] محمد 47:26

[2] حقائق عن التصوف الباب الثانی

[3] حقائق عن التصوف الباب الثانی

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا[1]، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی ظاہری و باطنی عیوب وامراض سے خالی نہیں لہذا ان امراض و عیوب کے کیلئے صوفیاء کے ہمراہ طریقت میں داخل ہونا ضروری ہے۔

سیدنا حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ میں فرماتے ہیں[2]، اے بھائی! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہے کہ شیوخ تمام لوگوں کو ہدایت دینے کے سلسلے میں شارع ﷺ کے نائب بلکہ حقیقت میں یہی لوگ رسولوں کے وارث ہیں۔ انہوں نے ان کی شریعت کے علوم بطور وراثت حاصل کئے لیکن خود شریعت کے احکام جاری نہیں کرتے ان کیلئے عمومی طور پر شریعت کی حفاظت کرنا ہوتا ہے شریعت بنانا نہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کو ان باتوں کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رکھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں ہے۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں[3] کہ بغیر مرشد کے میرے مجاہدات کی صورت یہ تھی کہ میں صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کرتا کچھ عرصے کے بعد ایک کو چھوڑ کر دوسرے طریقے کو اختیار کرتا تھا۔ ایک عرصے تک میرا یہی حال رہا کہ بندے کا بغیر مرشد کامل کے یہی حال ہوتا ہے جبکہ مرشد کامل کا یہ فائدہ ہے کہ وہ مرید کیلئے راستے کو مختصر کر دیتا ہے اور جو بغیر مرشد کے راہ طریقت اختیار کرتا ہے وہ پریشان رہتا ہے۔ اور عمر بھر مقصد نہیں پاتا۔

---

[1] حقائق عن التصوف الباب الثانی

[2] الأنوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، الباب الاول آداب المرید

[3] حقائق عن التصوف، الباب الثانی

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں[1] کہ، تیری نسبت تیرا استاد (مرشد) تجھ پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے پس تم نے اس سے جو فائدہ حاصل کیا ہے اس کی بھلائی اس کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

> قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ[2]
>
> ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ حضرت شیخ ابو عباس رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں[3] کہ، "جو عالم، قوم (صوفیاء) کے مشائخ کی محبت اختیار کرتا ہے اس کا علم "نور علی نور" کی طرح زیادہ ہو جاتا ہے پس عقلمند وہ ہے جو اپنے لئے کسی شیخ (مرشد) کا انتخاب کرتا ہے وہ اپنے ظاہری علم پر اکتفاء نہیں کرتا کیونکہ مرشد اسے بارگاہ خداوندی کے قریب تک پہنچاتا ہے پھر وہ فطری طور پر اس بارگاہ میں گناہوں کو ناپسند کرتا ہے حتیٰ کہ اگر اسے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر تو وہ اپنے پردے کو اٹھانے پر قادر نہیں ہوتا"۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے باوجود کہ آپ "حجۃ الاسلام" تھے۔ آپ نے مرشد اختیار کیا۔ حضرت شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے شیخ کا انتخاب کیا حالانکہ آپ کو "سلطان العلماء" کا لقب حاصل تھا۔

---

[1] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بیان نبذة من آداب المرید مع شیخه

[2] یونس 58:11

[3] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المرید

شیخ علی بن وفار حمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے ہیں[1]، مرید کا شیخ کے دروازے کو لازم پکڑنا بعض اوقات مرید کے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ مرشد اس لئے بنایا گیا ہے کہ وہ مرید کو اس گھر کے رب کی معرفت کی طرف ترقی دے اور وہ (رب تعالی) اس گھر سے زیادہ عظیم ہے۔ اور مرید اس گھر کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی اور اپنے اسرار کی معرفت کیلئے بنایا (یعنی مرشد) اور وہ اس گھر میں مشغول ہو جسے اللہ تعالی نے لوگوں کیلئے بنایا (یعنی خانہ کعبہ) کیونکہ مرشد کے ہاں حاضری بارگاہِ خداوندی میں حاضری ہے جو ہدایت کے اماموں کے اسرار پر مشتمل ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا وارث ہے۔

آپ مزید لکھتے ہیں[2]، کہ اللہ تعالی کی طرف تمہاری راہنمائی کرنے والا (تمہارا مرشد) وہ نگاہ ہے جس کے ذریعے حق تعالی تمہاری طرف لطف وکرم اور رحمت سے دیکھتا ہے۔ اور وہ حق تعالی کا پرتو ہے جس کے واسطے سے وہ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کی رضا میں رب کی رضا اور اس کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے۔ پس اس بات کو پہچانو اور لازم پکڑو۔

آپ مزید لکھتے ہیں، مرید کی ذمہ داری میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اللہ تعالی کا کثرت سے شکر ادا کرے جس نے اسے شیخ کے ساتھ اکٹھا کر دیا کیونکہ ہر مرید کو ایسا مرد کامل نہیں ملتا جو اس کی تربیت کرے اور وہ دنیا سے یوں نکلتا ہے کہ گناہوں سے لتھڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ دو بڑی مخلوقوں (انسان وجن) کے برابر عبادت کرے۔

---

[1] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الاول آداب المريد

[2] الأنوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية، الباب الثانی فی بيان نبذة من آداب المريد مع شيخه

معلوم ہوا کہ کامل بندگی بغیر صحبت کامل کے حاصل ہوتی ہے توامام غزالی امام رازی، امام اعظم اور دیگر آئمہ کبار اور مجدد پاک وغیرہ رحمھم اللہ اجمعین مرشد کامل کے محتاج نہ ہوتے۔ صحبت صالح انسان کو بہت سے فائدے دیتی ہے سب سے اہم اور قیمتی سرمائے کا نام بندگی خدا ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ انسان اگر دنیا میں سب کچھ بھی کرے صرف بندگی نہ کرے تو ناکام ہے اور اگر کچھ بھی خاطر خواہ کام نہ کر سکا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقے پر (یعنی کہ بندگی میں) اپنے آپ کو ڈھال لیا تو یہ اس کیلئے دونوں جہانوں میں عزت کے ساتھ کامیابی کا باعث ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری تصنیف الأربعين في احتياج المرشد الكامل لحصول الاخلاص فى الطاعة۔(چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ) دیکھیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (در حقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم ﷺ!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں

(الأنفال، 8:33)

مرشد کامل کے ساتھ محبت اور قلبی تعلق

صحبت صالح بے شک توبہ کے حصول کا پہلا زینہ ہے مگر اس محبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا اس سے بھی کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ صحبت مبارکہ سے فیض یاب ہونے، اور اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کے لیے یہ آداب گویا شرط کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

صحبت صالح کی تاثیر پانے کے لیے پہلی شرط محبت ہے۔ قلبی تعلق قائم ہوئے بغیر صحبت کا اثر پذیر ہو جانا محال ہے۔

آقا کریم ﷺ کی زندگی مبارکہ اُمت کے لیے واضح اور روشن مثالوں سے معمور ہے۔

آپ کی صحبت مبارکہ میں تو بہت سے لوگ رہے مگر نورِ ہدایت سے فیض یاب وہی ہوئے جن کے دل محبت مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہوئے۔ اور پھر کسی نے آپ کے کسی سچے غلام سے محبت کی تو وہ بھی محبت مصطفیٰ ﷺ سے خالی نہ رہا۔

گویا رحمت عالم ﷺ کے نور سے مزین فردِ صالح کے ساتھ قلبی تعلق قائم ہونے سے دل میں حضور ﷺ کی محبت کے سرچشمے ضرور پھوٹتے ہیں اور وہ دل ہدایت سے خالی نہیں رہتا۔ مگر جو دل اعتراض سے پُر ہو وہ حضور ﷺ کے سامنے رہ کر بھی، آپ ﷺ کی صحبت کے باوجود بھی ہدایت یافتہ نہیں ہوا۔

تاریخ میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عمرو ابن ہشام کی واضح مثال موجود ہے۔

محبت کے مواقع میسر آنے کے باوجود قلبی تعلق سے اعتراض کی بنا پر محروم رہا اور ہدایت سے کوسوں دور رہا۔ مگر حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سے قرآن کی آیات سن کر خوب جلال کا اظہار کیا۔ مگر بس ایک لحظہ کے لیے بہن کے لیے محبت دل میں جاگی۔ حضور ﷺ کے غلام کی ان سے نسبت رکھنے والی ہستی کی محبت کا اعجاز تھا جس نے ان کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کو پیوست کر دیا اور یوں وہ جو معاذاللہ قتل کے ارادے سے نکلے تھے خود اپنی جان وارنے پر تیار ہو گئے۔ توبہ اور ایمان کی روشنی سے دل جگمگا اٹھا۔

ابن ہشام نے اہل علم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ فضالہ بن عمیر بن ملوح نے فتح مکہ کے سال حضور اکرم ﷺ کو طواف کے دوران شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ حضور ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا فضالہ ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں!

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تو اب کیا سوچ رہا تھا؟

اس نے جواب دیا: کچھ نہیں بس اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ ہنسنے لگے، پھر فرمایا: استغفار کرو۔

پھر آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اس کے دل کو سکون حاصل ہو گیا۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جونہی حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھایا مجھے آپ ﷺ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ حالانکہ پہلے ساری کائنات میں آپ ہی مجھے ہر چیز سے زیادہ ناپسند تھے۔ پھر میں اپنے اہل و عیال کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں اس عورت کے پاس سے

گزرا جس سے زمانہ جاہلیت میں میری بات چیت اور راہ و رسم تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: آجاؤ مجلس سجاؤ، کوئی میٹھی بات کرو۔ میں نے کہا: نہیں ہر گز نہیں۔ اس کے بعد فضالہ نے فی البدیہہ شعر کہے:

قَالَتْ هَلُمَّ إِلَى الْحَدِيثِ فَقُلْتُ لَا يَأْبَى عَلَيْكِ اللهُ وَالْإِسْلَامُ

أَوَمَا رَأَيْتِ مُحَمَّدًا وَقَبِيلَهُ بِالْفَتْحِ يَوْمَ تَكَسَّرُ الْأَصْنَامُ

لَرَأَيْتِ دِينَ اللهِ أَضْحَى بَيِّنًا وَالشِّرْكَ يَغْشَى وَجْهَهُ الْإِظْلَامُ

اس نے مجھ سے کہا آؤ میرے ساتھ گپ شپ لگاؤ۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اور دین اسلام نے اس (فحش مجلس آرائی) کی ممانعت کر دی ہے۔ اگر تو محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو فتح (مکہ) کے دن دیکھتی تو تجھے معلوم ہوتا کہ بت کس طرح پاش پاش کیے گئے تھے۔ تجھے پتا چل جاتا کہ اللہ کا دین کس طرح ہمارے درمیان روشن ہو گیا اور شرک کس طرح روسیاہ ہو کر برباد ہوا۔[1]

صحبت میں تو وہ پہلے بھی تھے مگر دل میں محبت کا داخل ہونا تھا کہ ایسی سچی توبہ نصیب ہوئی، دل یوں نافرمانی سے اچاٹ ہوا کہ اس عورت کی دعوت کے باوجود اس طرف مائل نہ ہوئے۔

گویا صحبت کی تاثیر کے لیے محبت سے معمور ہونا شرط ٹھہرا۔

[1] سیرت ابن هشام۔ قسم ثانی۔ ص 417، البدایه والنهایه۔ جلد چهارم

محبت کے ساتھ صحبتِ صالح کا امتزاج اور اس کی تاثیر

محبت اور صحبت کا یہ امتزاج تھا جس نے دلوں کو ماننے والا بنا ڈالا تھا۔ تزکیہ باطن کر کے طبیعت کو شریعت میں یوں ڈھال دیا تھا کہ ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے صرف ہوتا تھا۔ وہ فقط اطاعت تک محدود نہ تھے بلکہ عبادت کی اصل ان کی زندگی کا مقصد بن چکی تھی پھر بھلا استقامت توبہ کیونکر مشکل محسوس ہوتی منہیات ان سے دور کیسے نہ ہوتی کہ وہ محض مجبوراً حکم کی تکمیل نہیں کرتے تھے بلکہ محبت اور وارفتگی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ محبوب کی خفگی کے خوف سے ان کا خیال بھی اس طرف نہ جاتا تھا کہ جس امر سے رک جانے کا حکم دیا گیا ہو۔ نافرمانی کی ماہیت یوں واضح تھی، کہ وہ حقیقتاً معصیت سے گھن محسوس کرتے ہوئے اس کے قریب بھی جانا گوارہ نہ کرتے۔ اگر کبھی بشری تقاضا کے باعث سستی ہو جاتی تو کوئی بہانہ گھڑنے کی بجائے نافرمانی کے داغ سے پاک ہونے کی فکر دامن گیر ہو جاتی۔ وہ ہمہ وقت رجوع الی اللہ اور توبہ کی طرف لوٹنے والے تھے۔ محبت رسول ﷺ اور صحبتِ مبارکہ کا یہ اعجاز تھا کہ وہ فرض، سنت تو ترک ہونا درکنار، مستحب چھوٹ جانے پر خوف زدہ ہو جاتے اور خشیت الٰہی ان پر طاری ہو جاتی۔ محبتِ رسول ﷺ کی شدت نے انہیں اشد حباً للہ کی صفت سے نواز دیا تھا۔ خود احتسابی کا یہ عالم تھا کہ وہ سب احسان کے درجہ پر فائز تھے۔ اب ان کا حکم ماننا فقط اطاعت نہیں تھا بلکہ حقیقی توبہ نے انہیں حقیقی بندگی عطا کر دی تھی۔ ایسی بندگی اصلاً مقصدِ حیات ہے۔ ان کی عبادت محبت سے یوں لبریز ہوتی تھی کہ کسی لمحہ یادِ الٰہی سے دور رہنا سوہانِ روح محسوس ہوتا تھا۔

حدیث شریف اس پر دلیل ہے۔

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ نَسِينَا كَثِيرًا قَالَ فَوَاللهِ إِنَّا لَكَذَلِكَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّذِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَسَاعَةً وَسَاعَةً[1]

ترجمہ: حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے کاتب حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حنظلہ کیا ہوا؟ عرض کیا اے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ! حنظلہ منافق ہوگیا۔ اس لئے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ ہمیں جنت ودوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہم اس طرح ہوتے ہیں گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں لیکن جب ہم آپ ﷺ کی مجلس سے لوٹتے ہیں تو اپنی بیویوں اور سامان دنیا میں مشغول ہو کر اکثر باتیں بھول جاتے ہیں۔

[1] جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، رقم: 2514

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلتے ہیں۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے حنظلہ تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا۔ میں منافق ہو گیا یارسول اللہ ﷺ کیونکہ جب ہم آپ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب ہم اپنے گھر بار اور بیویوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان نصیحتوں کا اکثر حصہ بھول جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگ اس حال پر باقی رہو جس پر میرے پاس سے اٹھ کر جاتے ہو تو فرشتے تمہاری مجالس، تمہارے بستروں اور تمہاری راہوں میں تم لوگوں سے مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے اور کوئی کیسی۔

درج بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کامل اولیائے کرام کی صحبت ہی وہ حقیقی جگہیں ہیں کہ جہاں بیٹھ کر توبہ کی تمام جہات کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ ورنہ توبہ کا درس تو کتابوں میں بھرا پڑا ہے لیکن توبہ کی حقیقت پانے کیلئے کسی مرد قلندر کی نگاہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کامل ہستیوں کے صدقے سے ہمیں بھی حقیقی توبہ اور حقیقی بندگی نصیب کرے۔

حرفِ آخر

توبہ تمام لوازمات کے ساتھ ملتی ہے "نسبت اور تعلقِ صالح" سے اور تعلق بھی محبت اور اخلاص کا جو باقی تمام اشیاء سے بڑھ کر ہو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو محبتِ رسول ﷺ اور آپکی صحبت سے ہی اعلیٰ درجے کی قربِ خداوندی، توبہ و انابت کے بعد میسر آئی تھی۔

چودہ سو سال کی تاریخ بتاتی ہے کہ اولیاء اللہ کی نسبت اور صحبت نے ہی لوگوں کو اصلی توبہ کے بعد احکام الٰہی یعنی شریعت مطہرہ پر عمل اور اخلاص نصیب فرمایا۔ احکام الٰہی پر عمل اور اخلاص ہی دراصل عبادت ہے۔

اطاعت، عبادت کا درجہ یعنی وارفتگی۔ اخلاص۔ شدید محبت کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے اور کامل ایمان کا درجہ عطا کرتی ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرشد کریم کے ساتھ ایسی محبت اور بار بار ہمہ وقت صحبت نصیب فرمائے۔ میری زندگی دا حاصل مرشد تیری گلی دے پھیرے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اظہار تشکر

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰہَ[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کا اشاد مبارک ہے کہ جو شخص بندوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا (بھی) شکرادا نہیں کرتا۔

میں اس کام میں اپنے تمام معاونین کا بے حد شکر گزار اوران کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق صلۂ عظیم، حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی قربتیں، رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔

باالخصوص اپنے جامعہ کے مفتی پروفیسر ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی، مفتی ڈاکٹر محمد عمر فراز محمدی سیفی، ہمارے جامعہ کی ڈنمارک برانچ کے مہتمم مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی، پروف ریڈنگ کے لیے ہمارے جامعہ کے اساتذہ مفتی محمد احسان الحق محمدی سیفی، مفتی توقیر الحسن شاہ مشہدی، مفتی محمد فیضان محمدی سیفی، مفتی عبدالمصطفیٰ بلال محمدی سیفی اور ہمارے جامعہ کے معاونین بشمول سید طارف حسین شاہ محمدی سیفی، مولانا محمد عمران اقبال محمدی سیفی اور دیگر احباب، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر اور دین پر استقامت عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

[1] سنن الترمذي، أبواب البر والصلة باب ما جاء في الشكر لمن أحسن إليك، رقم: 1955

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ترنول، اسلام آباد

کے زیر اہتمام مطبوعات

سلسلہ اربعینات

01 دن کا معمول بمطابق فرمان رسول ﷺ۔

02 الأربعین فی التوبہ والاستغفار۔ اسلوب توبہ و استغفار۔ چالیس احادیث۔

03 الأربعین فی ختم النبوۃ بمحمد ﷺ۔ ختم نبوت ﷺ۔ چالیس احادیث۔

04 الأربعین فی صفۃ صلاۃ النبی ﷺ۔ نمازِ رسول ﷺ۔ چالیس احادیث۔

05 الاربعین فی اسلوبِ الادبِ لِلوالدین۔ والدین کے ساتھ طرزِ ادب۔ چالیس احادیث۔

06 الأربعین فی معرفۃ النفس وتزکیتھا۔ نفس کی پہچان اور تزکیہ۔ چالیس احادیث۔

07 الأربعین فی احکام الصلوۃ۔ نماز کی فرضیت واہمیت۔ چالیس احادیث۔

08 الأربعین فی الصوم۔ روزہ کے احکام اور مسائل۔ چالیس احادیث۔

09 الأربعین فی الإعتکاف۔ اعتکاف۔ چالیس احادیث۔

10 الأربعین فی احکام الصلوۃ بالجماعۃ۔ نماز باجماعت کے فضائل واحکام۔ چالیس احادیث۔

11 الأربعین فی الوجد والحال۔ کیفیاتِ وجد وحال۔ چالیس احادیث۔

12 الأربعین فی احتیاج المرشد الکامل لحصول الاخلاص فی الطاعۃ۔
چالیس احادیث: مرشد کامل۔ حقیقت بندگی کے حصول کا ذریعہ

13 الأربعین فی آفات اللسان وعلاجھا۔ چالیس احادیث۔ زبان کی آفات اور اس کا علاج۔

14 الاربعین فی الأحکام اللباس والحجاب۔ لباس اور پردے کے احکامات۔ چالیس احادیث۔

15 الأربعین فی فضل الذکر والتقرب إلی اللہ تعالی۔ ذکر الٰہی اور تقرب الی اللہ۔ چالیس احادیث۔

16 الأربعین فی الأعمال السیئة وعلاجها (جزو اول و ثانی)۔ چالیس احادیث: برے اعمال اور ان کا علاج

17 الأربعین فی امراض الباطنة وعلاجها۔ چالیس احادیث۔ امراضِ باطنہ اور ان کا علاج

18 الأربعین فی أمراض الطبیعة والوقایة منها۔ چالیس احادیث۔ طبیعت کے امراض اور ان سے بچاؤ

19 Al-Arbaeen on the Finality of Prophethood upon Muhammad ﷺ

20 Daily Routine in the light of Blessed Persona of Prophet Muhammad ﷺ

دیگر مطبوعات

21 ماہنامہ السیف الصارم

22 محبت رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

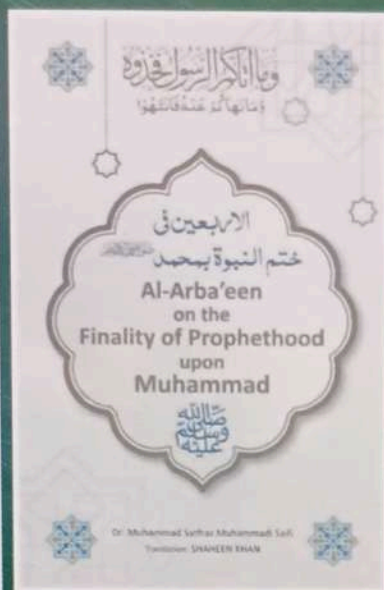
23 اتباع رسول ﷺ اطاعت الٰہی کا ذریعہ ہے

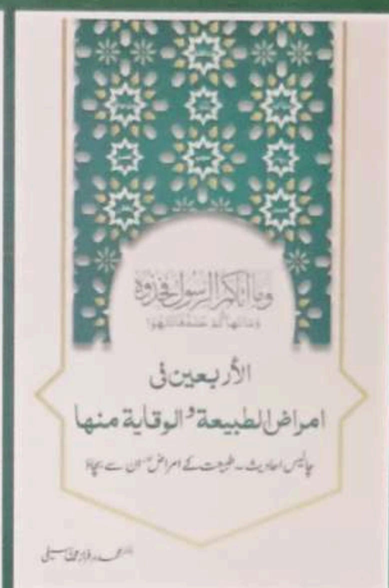
24 سکونِ قلب و قربِ الٰہی کا حقیقی ذریعہ مرشدِ کامل

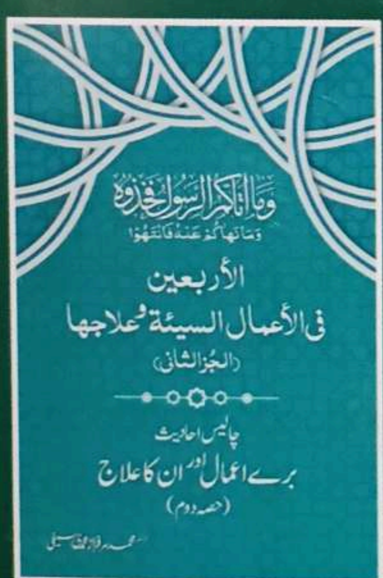
25 بنیادی شرعی مسائل

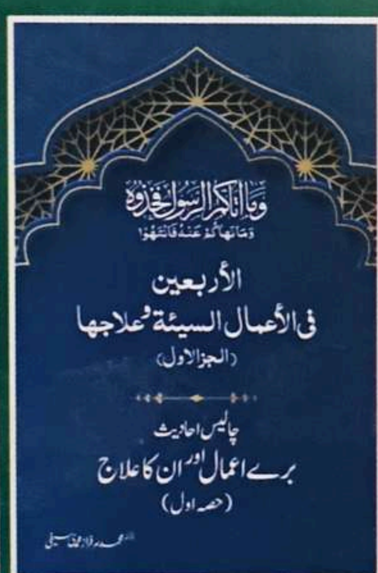
دیگر تصانیف

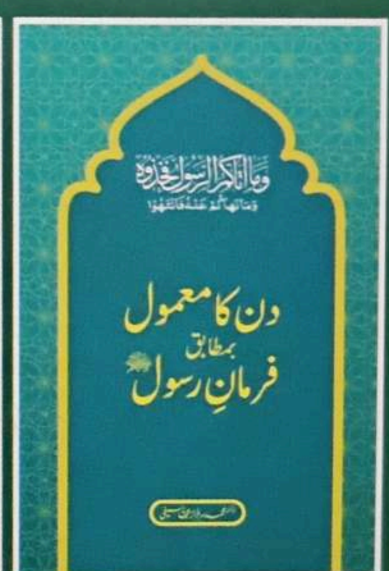












خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد